نگہت عبداللہ
مکمل ناول
آتے جاتے موسم
WWW.PAKSOCIETY.COM

مکمل ناول

نگہت عبداللہ

آتے جاتے موسم

وسط اپریل میں موسم انتہائی خوشگوار تھا۔ چھوٹی جگہوں پر جہاں شہروں جیسی سہولیات نہیں ہوتیں وہاں قدرت خوب رنگ جماتی ہے۔

آلودگی سے پاک شفاف آسمان اور سونا اگلتی زمین' لیکن فی الوقت اسے کوئی چیز اپنی طرف متوجہ نہیں کرپا رہی تھی۔ اس کا ذہن آگے کی سوچ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ جس مقصد سے وہ یہاں آئی ہے آیا اس میں کامیاب ہوگی یا نہیں۔

اسی سوچ میں گم وہ بہت تیز تیز چل رہی تھی۔ اور گوکہ وہ پہلی بار یہاں آئی تھی۔ لیکن ماں نے جس طرح اسے راستہ سمجھایا تھا وہ اسے ازبر ہوچکا تھا' جب ہی کسی سے پوچھے بغیر وہ مطلوبہ گھر تک پہنچ گئی۔ اور پہلے باہر سے گھر کا جائزہ لیا' پھر دروازے پر دستک دی تو اندر سے نحیف سی آواز آئی۔

"کون اے؟"

اس نے کچھ کہنے کے بجائے دوبارہ دستک دی تو وہی آواز "اچھا اچھا" کی گردان کرتی دروازے تک آئی اور پھر دروازہ کھل گیا۔

"جی مجھے رحمت الٰہی صاحب سے ملنا ہے۔" اس نے بوڑھے شخص کو سرتاپا دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں ہی ہوں رحمت الٰہی' کیا کام ہے؟" رحمت الٰہی کے انداز میں اکتاہٹ اس کے لیے نہیں بلکہ اپنی زندگی سے تھی' لیکن وہ کہاں سمجھ سکتی تھی۔

"جی وہ۔۔۔ میں بہت دور سے آئی ہوں' اگر

آپ۔۔" اس نے جس انداز سے کہا اور جس طرح ان کے پیچھے اندر دیکھنے کی کوشش کی اس سے وہ سمجھ کر فوراً" بولے۔

"ہاں ہاں۔ آؤ، اندر آؤ۔"

"شکریہ۔" وہ اندر داخل ہو کر رک گئی۔

سامنے کشادہ صحن تھا۔ دائیں ہاتھ پر برآمدہ اور دو کمرے، رحمت الہٰی کمر پر ہاتھ رکھے برآمدے تک پہنچ گئے تھے۔ وہ چونک کر تیز قدموں سے ان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تو چارپائی پر بیٹھی بوڑھی خاتون پوچھنے لگیں۔

"کون آیا ہے؟"

"یہ لڑکی۔" رحمت الہٰی نے نہ صرف اس کی طرف اشارہ کیا، بلکہ سوالیہ نظروں سے بھی دیکھنے لگے تھے۔ تب اس نے پہلے بوڑھی عورت کو سلام کیا، پھر ان ہی کے پاس بیٹھ کر اپنے بارے میں بتانے لگی۔

"میرا نام سامعہ ہے، سامعہ ہارون احمد۔ میں ڈاکٹر ہوں، یہاں اسپتال میں، میں نے اپلائی کیا تھا اور مجھے جاب مل گئی۔ لیکن رہائش کا مسئلہ ہے، اور میں اس سلسلے میں آپ کے پاس آئی ہوں۔"

"رہائش کے سلسلے میں؟" رحمت الہٰی حیران ہوئے۔ "کس نے بھیجا ہے تمہیں ہمارے پاس؟"

"جی خاص طور سے آپ کے پاس تو کسی نے نہیں بھیجا۔ ڈاکٹر ابراہیم نے بس اتنا کہا تھا کہ میں ان گھروں میں سے معلوم کرلوں شاید کہیں ایک کمرہ کرائے پر مل جائے۔"

وہ ساری باتیں پہلے سے سوچ چکی تھی، اس لیے روانی سے بول رہی تھی۔

"میں نے ایک دو جگہ سے اور بھی معلوم کیا ہے، لیکن وہاں گھر کے افراد زیادہ ہیں۔ میرا مطلب ہے میں اکیلی لڑکی ان کے درمیان نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ مہربانی کریں تو۔۔۔"

رحمت الہٰی اور ان کی بیگم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے بولے کچھ نہیں۔

"میں آپ کو بالکل پریشان نہیں کروں گی، بلکہ آپ کی خدمت بھی کروں گی، بیٹیوں کی طرح۔ ویسے آپ تو میرے نانا، نانی جیسے ہیں۔" وہ لجاجت سے کہہ کر ان کی منت کرنے لگی۔

"وہ تو ٹھیک ہے، پر۔" رحمت الہٰی سوچ میں پڑ گئے تو وہ ان کی بیگم کے گلے میں بازو ڈال کر بولی۔

"پلیز اماں جی! میری مدد کریں۔ مجھے بہت مشکل سے یہاں جاب ملی ہے۔ اگر رہنے کو جگہ نہ ملی تو مجھے واپس جانا پڑے گا۔"

"کہاں سے آئی ہو؟" اماں جی نے پوچھا تو وہ اندر ہی اندر خائف ہو کر بولی۔

"کراچی سے۔"

"اتنا بڑا شہر چھوڑ کر یہاں۔۔۔؟" رحمت الہٰی حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

"جی ہاں۔ یہ میرا صرف شوق ہی نہیں مقصد حیات سمجھ لیں۔ میں سچ مچ انسانیت کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ اور مجھے یہی لگا کہ میری ضرورت بڑے شہر سے زیادہ یہاں ہو سکتی ہے۔ اور واقعی یہاں میری ضرورت ہے، کیونکہ یہاں کوئی لیڈی ڈاکٹر نہیں ہے۔ کیا کرتی ہیں یہاں کی عورتیں، کہاں جاتی ہیں؟" وہ بولتے ہوئے قدرے پُرجوش ہوگئی تھی۔

"پتا نہیں، ہمیں تو شاہ جہان شہر سے دوائیاں لا دیتا ہے، شاہ جہان میرا نواسہ ہے۔" اماں جی نے بتایا۔

"اچھا۔ وہ بھی ڈاکٹر ہے کیا؟" اس نے محض ان کی دلچسپی کی خاطر پوچھا۔

"نہیں نہیں وہ تو ادھر شوگر مل میں ہوتا ہے۔ اچھا بڑا افسر لگا ہوا ہے۔ شہر آنا جانا رہتا ہے اس کا۔" اماں جی اپنے نواسے کی بڑائیاں بیان کرنے لگیں، وہ خاموشی سے سنتی رہی، پھر رحمت الہٰی کہنے لگے۔

"ہم تمہیں رکھ تو لیں پر سوچ لو، کبھی کبھی ہمارے بچے اور ان کے بچے بھی آجاتے ہیں۔ شاہ جہان تو ہر دوسرے دن چکر لگاتا ہے۔ کہیں تمہیں پریشانی نہ ہو۔"

"نہیں، مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ ویسے بھی میرا زیادہ وقت اسپتال میں گزرے گا۔" وہ انہیں آمادہ دیکھ کر خوش ہوگئی تھی۔

"ٹھیک ہے، پھر وہ دوسرا کمرہ خالی تو نہیں ہے، ایک چارپائی اور تھوڑا سا سامان پڑا ہے، وہ پڑا رہے گا۔"

"کوئی بات نہیں، مجھے کون سا اپنا سامان بھرنا ہے۔ میرے پاس صرف ایک بیگ ہے۔ آپ اجازت دیں تو میں وہ لے آتی ہوں۔"

"تمہاری مرضی، ابھی لے آؤ یا جب چاہے۔"

رحمت الہٰی کی اجازت ملتے ہی وہ اسی وقت اپنا بیگ لانے چل پڑی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس نے اپنا بیگ ایک طرف رکھ دیا۔ پھر لائٹ آن کر کے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ دائیں طرف دیوار کے ساتھ رنگین پایوں والی چارپائی جس پر کھیس بھی بچھا تھا۔ سرہانے کی طرف کھڑکی تھی، جس کے شیشے بدرنگ ہو رہے تھے۔ پھر بائیں دیوار کے ساتھ بڑا سا لکڑی کا صندوق اور اس کے ساتھ پرانے زمانے کی سنگھار میز، جسے دیکھ کر وہ بے ساختہ ہنسی، پر قریب جا کر اس کا تفصیلی جائزہ لینے لگی۔

چارپایوں پر کھڑی قدرے اونچی میز پر آئینہ جھول رہا تھا۔ آگے کی طرف ایک دراز تھا۔ جس میں لکڑی کی کنگھی، سرمہ دانی اور مسواک رکھی تھی۔ اس سے پہلے جب وہ دوسرے کمرے میں بیٹھی تھی تو وہاں بھی صرف دو چارپائیاں اور ایک کونے میں تین چار صندوق ایک دوسرے کے اوپر رکھے تھے۔ گویا اہل خانہ کو فالتو سامان اکٹھا کرنے کا شوق تھا۔ یہ بات اسے اچھی لگی۔

بہرحال پہلا مرحلہ بخوبی طے ہو جانے پر اس نے شکر ادا کیا، پھر بیگ میں سے سیل فون نکال کر مما کا نمبر ملایا۔

"السلام علیکم مما! مجھے پتا تھا آپ انتظار کر رہی ہوں گی۔"

"جی میں خیریت سے اور صحیح جگہ پہنچ گئی ہوں۔"

"نہیں۔ کوئی مشکل نہیں ہوئی۔"

"جی دونوں ٹھیک ہیں، بس بوڑھے ہو گئے ہیں۔"

پھر چند لمحے دوسری طرف کی بات سننے کے بعد اس نے سیل آف کر دیا۔ مما کے آنسوؤں نے اسے بے چین کر دیا تھا۔ کتنا کہا تھا اس نے، وعدہ بھی لیا تھا کہ وہ روئیں گی نہیں اور وہ پھر بھی رو رہی تھیں۔ وہ دل پر ان کے آنسوؤں کا بوجھ لیے کمرے سے نکل آئی۔

رحمت الہٰی برآمدے میں بیٹھے تھے۔ وہ بلا ارادہ ان کے قریب رک گئی۔

"کچھ چاہیے؟" رحمت الہٰی نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"جی۔ جی نہیں۔ وہ اماں جی کہاں ہیں؟"

"باورچی خانے میں۔" انہوں نے بتانے کے ساتھ کچن کی طرف اشارہ بھی کیا تو وہ ادھر ہی آگئی اور اماں جی کو آٹا گوندھتے دیکھ کر بولی۔

"یہ آپ کیوں کر رہی ہیں، مجھ سے کہتیں۔" اماں جی ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"بس آپ چھوڑ دیں۔ اب میں آگئی ہوں تو سارے کام میں ہی کروں گی۔" اس نے بیٹھ کر ان کے آگے سے آٹے کا تسلا کھینچ لیا۔

"تم کیوں کرو گی۔ پھر تمہیں تو اسپتال بھی جانا ہوگا۔ میں کیا تمہارے انتظار میں بیٹھی رہوں گی۔ نہ بیٹی! تم بس اپنا کام کرو۔" اماں جی نے تسلا واپس لینا چاہا، لیکن اس نے پیچھے کر لیا۔

"میرا کام اور آپ کا کام الگ نہیں ہے۔ میں یہاں پے انگ گیسٹ ہوں۔"

"کیا ہو؟" اماں جی کی نا سمجھی پر وہ بے ساختہ مسکرائی، پھر کہنے لگی۔

"میرا مطلب ہے میں آپ کے بچوں کی طرح ہوں نا۔ اور یہ اچھا تو نہیں لگتا کہ آپ کھانا پکائیں اور میں آرام سے بیٹھی رہوں۔ چلیں آپ اندر جائیں۔"

اس نے زبردستی انہیں اٹھادیا تھا۔ پھر جلدی جلدی آٹا گوندھ کر روٹی بنائی 'دوپہر کا سالن گرم کیا اور ٹرے میں رکھ کر اندر لے آئی۔ خود اسے بھی بھوک لگ رہی تھی 'اس لیے کوئی تکلف نہیں کیا' پھر کھانے کے بعد چائے بنا کر لے آئی 'تب رحمت الٰہی کہنے لگے۔

"اگر تم نے اس طرح جنت بی بی کو بٹھا دیا تو یہ تو ناکارہ ہو جائے گی' پھر جب تم چلی جاؤ گی تو کون دیکھے گا اسے۔"

"میں کہاں جاؤں گی' میرا مطلب ہے میں کہیں نہیں جاؤں گی' اور اگر کہیں جانا ہوا بھی تو آپ دونوں کو ساتھ لے جاؤں گی۔" اس کی بات پر رحمت الٰہی ہنسنے لگے۔ تب ہی برآمدے سے کوئی پکار رہا تھا۔

"نانا جی!"

"ہاں شاہ جہان آؤ آؤ۔" رحمت الٰہی اونچی آواز میں بولے۔ اماں جی ادھر متوجہ ہو گئی تھیں۔

اس نے سنبھل کر دوپٹہ ٹھیک کیا' اور بظاہر اپنی توجہ چائے کے کپ پر مرکوز کردی۔

"السلام علیکم۔" شاہ جہان نے ایک قدم چوکھٹ سے اندر رکھ کر سلام کیا اور غالباً" دوسرا قدم اسے دیکھ کر چوکھٹ سے باہر ہی رک گیا تھا۔

"خوش رہو میاں! اللہ بہت خوشیاں دکھائے۔ آجاؤ پردہ نہیں ہے۔" رحمت الٰہی نے دعا دینے کے ساتھ کہا تو وہ پرسوچ انداز میں رک رک کر قدم اٹھاتا آکر اماں جی کے پاس بیٹھ گیا۔

"یہ ڈاکٹر ہے۔" رحمت الٰہی نے اس کے تعارف میں ابھی اسی قدر کہا تھا کہ وہ پریشان ہو گیا۔

"خیریت نانا جی' آپ۔ نانی اماں' آپ تو ٹھیک ہیں نا؟"

"ٹھیک ہیں بابا! ہم دونوں ٹھیک ہیں۔" رحمت الٰہی ہنس کر بولے تھے۔

"پھر یہ ڈاکٹر؟" شاہ جہان نے اس کی طرف دیکھا اور اسی پل اس کی نظریں اٹھی تھیں' لیکن ٹھہر نہیں سکیں۔

"یہ ہماری مہمان ہے' ادھر اسپتال میں کام کرے گی اور رہے گی ہمارے پاس۔" رحمت الٰہی نے تحمل سے کہا تو وہ اکھڑ لہجے میں بولا۔

"کیوں۔ آپ کے پاس کیوں رہے گی؟"

"کیونکہ مجھے ایسی ہی پناہ گاہ کی ضرورت ہے۔" وہ بول پڑی۔

"اس سے آپ کا کیا مطلب ہے۔" اس سے مخاطب ہو کر بھی اس کا لہجہ نہیں بدلا تھا۔ وہ پریشان ہو گئی' کہیں فورا" دیس نکالا نہ مل جائے' سنبھل کر بولی۔

"مطلب۔ میں اکیلی لڑکی ایسی فیملی میں نہیں رہ سکتی جہاں زیادہ افراد ہوں۔ جبکہ یہاں اماں جی اور نانا جی کے ساتھ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔"

"ہمیں تو ہو گا۔ آپ براہ مہربانی اپنا انتظام کہیں اور کریں۔" پتا نہیں اس کے اندر لحاظ مروت تھا ہی نہیں یا لحاظ مروت کے ہاتھوں ستایا ہوا تھا۔ اس نے بے بسی سے رحمت الٰہی کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگے۔

"نا شاہ جہان! ایسے نہیں کہتے۔ دوسرے کی مجبوری سمجھنی چاہیے۔"

"کوئی مجبور نہیں ہیں یہ۔" اس نے کہا تو وہ ایک دم اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔ کیونکہ اپنی ذات کے لیے وہ دو اپنوں کو آپس میں الجھتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ایک تو گلٹی فیل کرتی' دوسرے اس کی پوزیشن بھی آکورڈ ہو جاتی۔ لیکن حد درجہ متوحش کہ جانے کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ تقریباً" پندرہ منٹ پریشانی کے عالم میں ٹہلتی رہی' پھر جب شاہ جہان کو جاتے دیکھا تو بے اختیار کمرے سے نکلی' لیکن پھر واپس پلٹ کر چارپائی پر بیٹھ گئی' کچھ دیر بعد رحمت الٰہی کھنکارتے ہوئے آگئے۔

"بیٹی! شاہ جہان کی باتوں کا برا مت ماننا۔ وہ ایسے ہی غصے کا ذرا تیز ہے۔ لیکن دل کا برا نہیں ہے۔ بہت ہمدرد اور بہت محبت کرتا ہے ہم سے۔"

"جی۔ اور شاید اسی لیے مجھے یہاں سے نکالنا چاہتے ہیں وہ۔"

"نہیں نہیں۔ کوئی نہیں نکال رہا تمہیں۔" انہوں نے فوراً" کہا تو وہ خوش ہو گئی۔

"سچ۔ میں یہاں رہ سکتی ہوں؟"

"ہاں۔"

"تھینک یو۔ تھینک یو سو مچ۔ آپ بہت اچھے ہیں۔" اس نے بے اختیار ان کا بازو تھام لیا۔ تو وہ اس کا سر تھپکتے ہوئے مسکرا دیئے۔

☼ ☼ ☼

اس نے چند دنوں میں ہی اس بوڑھے جوڑے کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اور اس میں اسے زیادہ تردد نہیں کرنا پڑا تھا۔ اپنی ہمیشہ والی روٹین کے مطابق فجر میں ہی اٹھ جاتی۔ نماز پڑھتی' پھر ناشتہ تیار کرکے ان کے ساتھ ناشتہ کرتی۔ اس کے بعد اماں جی کے منع کرنے کے باوجود ان کے کمرے کی صفائی' پھر دوپہر کے لیے سالن تیار کرکے دس بجے اسپتال چلی جاتی' جہاں سے اس کی واپسی چار بجے ہوتی تھی۔ دو گھنٹے آرام کرتی۔ کبھی نیند آجاتی' کبھی نہیں۔ پھر رات تک کھانے کی تیاری کے ساتھ وہ رحمت الٰہی اور اماں جی کے ساتھ مصروف رہتی۔ ان کے چھوٹے موٹے کام کرکے خوش ہوتی اور ان کی باتیں شوق سے سنتی تھی۔

رحمت الٰہی اور اماں جی کو اور کیا چاہیے تھا۔ بڑھاپے میں اللہ نے آرام پہنچانے کا وسیلہ پیدا کر دیا تھا۔ اپنی اولادوں سے تو فارغ ہو چکے تھے۔ نواسے' نواسیوں میں ایک صرف شاہ جہان باقاعدگی سے آتا تھا۔ باقی سب اپنی مرضی کے مالک تھے۔ کبھی ایسی محبت جاگتی کہ ہفتہ دو ہفتہ آن رہتے' کبھی مہینوں خبر نہیں لیتے تھے۔ وہ بہرحال سب کو محبت سے یاد کرتے تھے۔ اس وقت شام کی چائے پیتے ہوئے وہ دونوں اپنی نواسی حنا کو یاد کر رہے تھے۔ وہ بہت دنوں سے نہیں آئی تھی۔ وہ کچھ دیر ان کی گفتگو سنتی رہی' پھر پوچھنے لگی۔

"اماں جی! آپ کے کتنے بچے ہیں؟" اماں جی خود بتانے کے بجائے رحمت الٰہی کی طرف دیکھنے لگیں تو انہوں نے پہلے چائے کا آخری گھونٹ لے کر کپ خالی کیا' پھر بولے تھے۔

"تین' ایک بیٹا' دو بیٹیاں۔"

"بس۔ میرا مطلب ہے آپ کا بیٹا؟"

"وہ جدہ میں ہوتا ہے۔ بہت سالوں سے وہیں ہے۔ ماشاء اللہ سیٹ ہے' آباد ہے۔ اللہ ہمیشہ خوش اور آباد رکھے اسے۔" رحمت الٰہی کا لہجہ بیٹے کی محبت اور شفقت سے چور تھا۔

"آمین۔" اماں جی کا محبت میں دل بھر آیا تھا۔

"وہ آتے نہیں آپ کے پاس؟" قدرے رک کر اس نے کچھ جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"آتا ہے۔ ہر سال آتا ہے اور کبھی نہیں آسکتا تو ہمیں بلا لیتا ہے۔"

"پھر تو آپ نے حج بھی کیا ہو گا؟"

"ہاں اللہ کا بڑا کرم ہے۔ بڑا مہربان ہے اللہ۔ آپ ہی دیکھو اس نے ہم بوڑھا' بوڑھی کے لیے تمہیں

بھیج دیا۔" رحمت الٰہی کی بوڑھی مسکراہٹ میں تشکر تھا۔

"جی اب مجھے بھی یہی لگتا ہے جیسے میں صرف آپ دونوں کے لیے آئی ہوں۔" وہ ہنس کر بولی تھی۔

"خوش رہو۔ اور اپنے گھر کا بھی بتاؤ۔ تمہارے ماں باپ، بہن بھائی؟"

"جی بس میں اور میری مما ہیں۔ میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔" اس نے بتایا تو اماں جی افسوس کے ساتھ کہنے لگیں۔

"اوہو بڑا افسوس ہوا۔ پھر تم ماں کو اکیلا چھوڑ کر یہاں کیوں آ گئی تھیں، اپنی ماں کے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"اصل میں میری ماں کی بھی یہی خواہش ہے کہ میں ایسی جگہ کام کروں جہاں میری ضرورت ہو اور آپ کو پتا ہے شہر میں تو ڈاکٹروں کی کمی نہیں ہے۔"

"پھر تم ماں کو بھی یہیں بلا لو۔" رحمت الٰہی نے کہا۔

"کاش یہ جلدی ممکن ہو۔" اس نے سوچا، پھر یونہی اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

اگلے دن وہ مقررہ وقت پر اسپتال پہنچی تو اپنے روم میں پہلے سے موجود شاہ جہان کو دیکھ کر وہ نہ صرف ٹھٹکی، بلکہ اس کا دل بھی بڑی زور سے دھڑکا تھا۔ بمشکل سلام کر سکی۔

شاہ جہان نے سر کے اشارے سے جواب دیا، پھر دونوں بازو سینے پر لپیٹ کر جانچتی نظریں اس پر جما دیں۔

"ک۔۔۔ کیسے آنا ہوا؟" وہ بری طرح خائف ہو گئی تھی۔

"آپ کو دیکھنے آیا تھا۔ آئی مین آپ واقعی ڈاکٹر ہیں یا۔"

اس کا لہجہ نارمل، لیکن نظروں میں حد درجہ چبھن تھی۔ اور وہ کوئی بزدل لڑکی نہیں تھی۔ منہ توڑ جواب دے سکتی تھی۔ یہ بھی کہہ سکتی تھی کہ تم کون ہوتے ہو میری انکوائری کرنے والے۔ لیکن اس کے بعد وہ جس مقصد سے یہاں آئی تھی اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ رحمت الٰہی کا نواسہ تھا۔ اگر وہ اسے اس قصبے سے نکالنے پر قادر نہیں تھا۔ لیکن اپنے نانا کے گھر سے ضرور نکال دیتا۔ اس لیے وہ تحمل کا دامن تھام کر بولی تھی۔

"ہو گئی آپ کی تسلی۔" وہ ہونٹ بھینچ کر چند لمحے اسی طرح کھڑا رہا، پھر ہاں یا نا میں جواب کے بجائے کہنے لگا۔

"آپ یہ اچھی طرح سمجھ لیں، میں اپنے نانا جی سے بہت محبت کرتا ہوں۔ کچھ بھی کر سکتا ہوں ان کے لیے۔ اگر آپ کی ذات سے انہیں کوئی نقصان پہنچا تو میں آپ پر زندگی تنگ کر دوں گا۔ انڈر اسٹینڈ۔" آخر میں اس نے وارننگ کے سے انداز میں شہادت کی انگلی اٹھائی، پھر مضبوط قدموں سے باہر نکل گیا، تو بے اختیار اس کا ہاتھ اپنے دل پر چلا گیا۔

"میرے خدا۔" اس نے گہری سانس کھینچی پھر اپنے پیچھے چیئر کا یقین کر کے ڈھے گئی۔

☼ ☼ ☼

چھٹی کا دن تھا۔ رحمت الٰہی ناشتے کے بعد اپنی چھوٹی بیٹی کے ہاں چلے گئے تھے، وہ دوپہر تک اپنے کپڑوں کی دھلائی، پھر استری اور کھانا پکانے میں لگی رہی۔ اور جب ہر طرف سے فراغت مل گئی تب اماں جی کے پاس آ بیٹھی۔

"اماں جی! ابھی میری مما کا فون آیا تھا، آپ کو سلام کہہ رہی تھیں۔"

"وعلیکم السلام۔ ٹھیک ہے تمہاری ماں؟"

"جی، بس میرے لیے اداس ہو رہی تھیں۔" اس نے بظاہر ہنس کر کہا۔

"ماں جو ہوئی، تم بھی تو اسے اکیلا چھوڑ آئی ہو، بے چاری پریشان ہوتی ہو گی۔ یہ فکر بھی ہوتی ہو گی کہ پتا نہیں تم کیسے اور کن لوگوں میں رہ رہی ہو۔" اماں جی بولتے ہوئے جانے کس خیال میں گم اور آزردہ ہو گئی تھیں۔

"نہیں اماں جی! میں نے انہیں پورا یقین اور اطمینان دلایا ہے کہ مجھے بالکل اپنے گھر جیسا گھر مل گیا ہے۔ اگر انہیں اطمینان نہ ہوتا تو وہ فوراً مجھے واپس بلوا لیتیں۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کر اماں جی کی چارپائی پر ان کے قریب آ بیٹھی، پھر ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔

"اب تو میں آپ سے دور بھی نہیں جا سکتی۔" اماں جی اس کا چہرہ دیکھنے لگیں، پھر بے اختیار اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر محبت سے بولیں۔

"میں تمہیں جانے بھی نہیں دوں گی۔"

"سچ اماں جی! اگر میری مما آپ کی مجھ سے یہ محبت دیکھ لیں تو ہمیشہ کے لیے میری فکر سے آزاد ہو جائیں گی۔" وہ کھلکھلا کر اماں جی کے گلے لگ گئی تو اسے محسوس ہوا کہ اس کے گرد اماں جی کے بازو کپکپانے لگے تھے۔

آہستگی سے الگ ہوئی اور ان کی آنکھوں میں آنسو تیرتے دیکھ کر بے چین ہو گئی۔

"کیا ہوا اماں جی!"

"کچھ نہیں۔ بس ایسے ہی کبھی کبھی دل بھر آتا ہے۔" اماں جی کا لہجہ دکھ سے بوجھل تھا۔

"ایسے ہی نہیں اماں جی! مجھے لگتا ہے آپ کو اپنی بیٹی یاد آ گئی ہے۔" اس نے بظاہر لاڈ کے انداز میں کہا۔

"بیٹی!" ایک پل کو اماں جی کے چہرے پر خوف لہرایا تھا۔ پھر دوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولیں۔ "ہاں شاید۔ آتی بھی تو نہیں ہیں، اتنے اتنے دن ہو جاتے ہیں، صبح شاہ نواز کے ابا سے کہا تھا میں نے کہ مجھے بھی ساتھ لے چلیں، پر نہیں مانے، اکیلے ہی چلے گئے۔"

"چلیں آپ روئیں تو نا۔" اس نے بچوں کی طرح انہیں پچکارا، پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں آپ کے لیے جوس بنا کر لاتی ہوں۔"

"ابھی رہنے دو۔ میں عصر پڑھ لوں، وقت نکلا جا رہا ہے۔" اماں جی پاؤں نیچے لٹکا کر سلیپر پہننے لگیں۔

"آپ کے نماز پڑھنے تک میں بنا لوں گی۔" وہ کہتے ہوئے کچن میں آ گئی۔

فریج کھول کر دیکھا، دودھ اور کیلے موجود تھے۔ اس نے جلدی سے شیک بنا لیا اور ابھی گلاس میں ڈال رہی تھی کہ اماں جی کی دردناک پکار پر اس کا دل دہل گیا۔ فوراً گلاس رکھ کر بھاگی آئی تو دیکھا، اماں جی نل کے پاس اوندھی پڑی تھیں۔

"ہائے اماں جی!" اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ رحمت الٰہی بھی گھر پر نہیں تھے۔ وہ بڑی دقتوں سے انہیں اٹھا پائی اور سہارا دے کر اندر لا بٹھایا، پھر بھاگ کر اپنے کمرے سے فرسٹ ایڈ باکس اٹھا لائی۔ اور اپنے پیشہ ورانہ انداز میں پہلے انہیں چیک کیا، پھر ٹریٹ منٹ شروع کیا۔

وہ تو اچھا ہوا صحن میں پکی اینٹوں کا فرش نہیں تھا۔ کچی زمین کے باعث کافی بچت ہو گئی تھی۔ البتہ نل کے ساتھ بنے چبوترے سے ان کی ران پر چوٹ لگی تھی۔ کافی بڑا نیل پڑ گیا تھا اور کچھ خراشیں تھیں۔

"کیسے گر گئیں؟" اس نے باکس میں ٹیوب تلاش کرتے ہوئے پوچھا۔

"بس وضو کر کے اٹھ رہی تھی، پیر پھسل گیا۔" اماں جی نے ہائے ہائے کے درمیان بتایا۔

"آپ بھی بس۔"

اسے ٹیوب مل گئی۔ وہ نرم انگلیوں سے چوٹ پر لگانے لگی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"شاید بابا آ گئے۔" وہ رحمت الٰہی کو بابا کہنے لگی تھی۔

"جاؤ پہلے دروازہ کھولو۔"

وہ عجلت میں ٹیوب رکھ کر کمرے سے نکلی اور بھاگ کر دروازہ کھولا تو سامنے شاہ جہان کھڑا تھا۔ اسے یکسر انداز کر کے تیزی سے اندر آ گیا اور کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اسے روکنا پڑا۔

"ایکسکیوز می۔ آپ ابھی یہیں رکیں۔"

"کیوں؟" شاہ جہان نے پلٹ کر ناگواری سے اسے دیکھا۔

"وہ اصل میں اماں جی گر گئی ہیں۔" اس نے ابھی اسی قدر کہا تھا کہ وہ پریشانی سے پوچھنے لگا۔

"کب، کیسے، زیادہ..."

"نہیں۔ اللہ کا شکر ہے زیادہ کچھ نہیں ہوا۔ ٹانگ پر چوٹ لگی ہے۔ میں دوا لگا رہی ہوں۔" وہ بھی اس کی بات کاٹ کر کہتے ہوئے تیزی سے اندر آگئی۔

اماں جی کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر تکلیف کے آثار بہت واضح۔ اس نے دوبارہ اپنا کام شروع کیا تو وہ آنکھیں کھول کر پوچھنے لگیں۔

"کون آیا؟"

"شاہ جہان۔"

"ہائے اندر تو نہیں آگیا۔" اماں جی کو اپنی ننگی ٹانگ چھپانے کی فکر لاحق ہوئی۔

"نہیں اماں جی! آپ ہلیں نہیں۔" اس نے ٹوکا، پھر کریم لگا کر باقی جسم چیک کیا، اس کے بعد انہیں چادر اوڑھا کر پوچھنے لگی۔

"زیادہ درد تو نہیں ہو رہا؟"

"ہو تو رہا ہے اور مجھے لگتا ہے رات میں زیادہ ہو جائے گا۔"

"اس کے لیے میں آپ کو ٹیبلٹ دے دوں گی، اور ہاں اب میں شاہ جہان کو بھیج رہی ہوں۔ اٹھنے کی کوشش مت کیجئے گا۔" وہ انہیں تاکید کرتی کمرے سے نکلی تو سامنے شاہ جہان بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اسے دیکھ کر رک گیا۔

"آپ چلے جائیں اندر۔" وہ کہہ کر کچن میں آگئی۔ سلیب پر ملک شیک ویسے ہی رکھا تھا۔ لیکن اب اماں جی کے لیے سود مند نہیں تھا۔ اس نے جگ میں ڈال کر فریج میں رکھ دیا، پھر چائے بنا کر اندر لے آئی اور کپ شاہ جہان کی طرف بڑھایا تو غالباً اس نے بے دھیانی میں تھاما تھا، جب ہی پھر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ فوراً اماں جی کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"اماں جی! کچھ دوائیں باہر سے آئیں گی۔"

"آپ لکھ دیں۔ میں لا دیتا ہوں۔" وہ فوراً بولا تھا۔

اس نے پہلے کاغذ قلم کی تلاش میں نظر دوڑائیں، پھر کمرے سے نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ جی جان سے اماں جی کی خدمت میں لگی تھی۔ اس وقت زیتون کے تیل سے ان کی کمر اور ٹانگوں کی مالش کر رہی تھی کہ اچانک اماں جی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنی آنکھوں کے سامنے کر کے جانے کہاں کھو گئیں۔ جبکہ ان کی انگلیاں دھیرے دھیرے اس کی انگلیوں کو دبا رہی تھیں۔ وہ کچھ دیر انہیں دیکھتی رہی پھر پوچھنے لگی۔

"کیا ہوا اماں جی؟"

"نہیں۔" اماں جی نے اسے دیکھا ضرور لیکن دھیان ابھی بھی کہیں اور تھا۔

"کیا ہو جاتا ہے اماں جی آپ کو۔ کیا پھر آپ کو اپنی بیٹی یاد آگئی ہے۔" اس نے بہت نرمی سے ٹوکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" اماں جی اسی کھوئے ہوئے انداز میں گویا ہوئیں۔ "اس کے ہاتھ بھی ایسے ہی تھے۔ ایسی ہی نرم نرم انگلیاں۔ کبھی میرے سر میں تیل ڈالتی تھی تو اس کی نرم انگلیوں سے بڑا سرور ملتا تھا۔ پر تھی اپنی مرضی کی مالک۔"

"اب کہاں ہے؟" اس نے ڈوبتے دل کے ساتھ پوچھا تو اماں جی کے سینے سے گہری آہ خارج ہوئی، پھر دکھ سے بولیں۔

"مر گئی۔"

"نہیں۔" اس کے دل پر گھونسا پڑا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"کیا۔ کیا کہا ہے میں نے!" اماں جی شاید حواسوں میں نہیں تھیں۔

"وہ آپ کی بیٹی!"

اسی وقت رحمت الٰہی نے اسے پکارا تو یہ مداخلت اسے سخت ناگوار گزری۔ لیکن اب اس موضوع کو جاری رکھنا بھی ممکن نہیں تھا۔ اس لیے انہیں کچھ دیر

رکنے کا کہہ کر جلدی سے گیلے تولیے سے اماں جی کا بدن صاف کر کے دوسرے کپڑے پہنائے۔ پھر پانی کا ٹب اٹھا کر کمرے سے نکلی تو برآمدے میں رحمت الٰہی، شاہ جہان کے ساتھ بیٹھے نظر آئے۔

اس کا اپنا حلیہ اس وقت عجیب و غریب ہو رہا تھا۔ شلوار کے پائنچے اوپر چڑھے ہوئے، دوپٹہ ندارد، بال آدھے کیچر میں باقی بدحال، مزید ستم شاہ جہان کا رخ اس سمت تھا۔ وہ براہ راست اس کی نظروں میں آکر اس کنفیوز ہوئی کہ باتھ روم جانے کے بجائے کچن میں گھس گئی۔ اور تب تک وہیں کھڑی رہی جب تک وہ رحمت الٰہی کے ساتھ اٹھ کر اندر نہیں چلا گیا۔

☼ ☼ ☼

پھر کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔ اماں جی بالکل بھلی چنگی ہو کر چلنے پھرنے لگی تھیں۔ وہ اور رحمت الٰہی دونوں اسے اور اس کی ماں کو بھی دعائیں دیتے تھے۔ جس سے وہ جتنی خوش ہوتی اتنی ہی بے چین۔ اس کا دل چاہتا اسی وقت جا کر مما کو لے آئے، لیکن فوراً ہی اس خیال سے خائف ہو جاتی کہ کہیں اب تک کی محنت پر پانی نہ پھر جائے۔ تب وہ دل مسوس کر رہ جاتی۔

بہرحال اتنا تو وہ جان گئی تھی کہ اماں جی کے اندر بیٹی کا دکھ ہے جس کا وہ کھل کر اظہار نہیں کر سکتیں۔ اب پتا نہیں وہ خود ہی اس بات سے گریز کرتی تھیں یا کسی کا خوف تھا۔ یہ وہ نہیں سمجھ پائی تھی۔

اس وقت اسپتال میں مریضوں سے فارغ ہو کر وہ بیٹھی اسی نہج پر سوچ رہی تھی۔ جب اس کی نظریں کھڑکی سے باہر بھٹکتے ہوئے کوریڈور سے آگے کھڑے شاہ جہان پر جا ٹھہریں۔ اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا اور وہ اس سے باتوں میں مصروف تھا۔ لیکن اس کی نظریں صرف اسی کی حرکات نہ صرف دیکھ رہی تھیں، بلکہ شاید محسوس ہو رہی تھیں۔

بولتے ہوئے اس کی ابروؤں کا کبھی اٹھنا کبھی سمٹنا، پھر مقابل کی بات سنتے ہوئے آنکھوں کا ایک جگہ ٹھہر جانا۔ اس کے چہرے پر ملائمت کے ساتھ بردباری تھی۔ اور گو کہ وہ ایک ٹک اسے ہی دیکھے جا رہی تھی، پھر بھی اسے پتا نہیں چلا کہ وہ کب کس سمت نکل گیا تھا۔

کتنی دیر بعد وہ اپنے آپ چونکی اور فوراً اٹھ کر کھڑکی سے باہر ادھر ادھر دیکھا، لیکن وہ دور دور تک کہیں نہیں تھا۔ اسے لگا جیسے اس سارے منظر کی طرح اس کا دل بھی خالی ہو گیا ہو۔ سست روی سے پلٹی اور اپنا اوور آل اٹھا کر باہر نکل آئی۔

جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو روزانہ جیسی خاموشی نہیں تھی۔ اماں جی کے کمرے سے ملی جلی آوازیں باہر تک سنائی دے رہی تھیں۔ وہ کچھ دیر کشمکش و پیچ میں کھڑی رہی کہ آیا اماں جی کے کمرے میں جائے یا نہیں۔ کیونکہ پہلے وہ انہیں سلام کر کے، پھر اپنے کمرے میں جاتی تھی۔

ابھی پتا نہیں ان کے پاس کون کون تھا۔ اس لیے وہ جانے میں جھجک رہی تھی اور ابھی کوئی فیصلہ کر نہیں پائی تھی کہ اماں جی کے کمرے سے ایک لڑکی بڑی عجلت میں نکل کر غالباً کچن کی طرف جانا چاہتی تھی، لیکن اسے دیکھ کر رک گئی، اور کچھ اشتیاق سے بولی تھی۔

"تو آپ ہیں ڈاکٹر سامعہ۔" اس نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"اف۔ ہم تو جب سے آئے ہیں نانا جی اور نانی اماں صرف آپ کی باتیں بلکہ تعریفیں کیے جا رہے ہیں۔ سچ میں تو جیلس ہو گئی۔" لڑکی کی آواز کھنکتی ہوئی اور اس میں شوخی بھی تھی۔

"یہ ان کی محبت ہے آپ؟" وہ اس کے نانا جی اور نانی اماں کہنے سے سمجھ تو گئی تھی، پھر بھی اس کا تعارف چاہا تو وہ اٹھلا کر بولی۔

"میں حنا ہوں۔ اپنے نانا، نانی کی سب سے چہیتی نواسی۔"

"ہاں۔ وہ دونوں اکثر تمہاری باتیں کرتے ہیں۔ اور کون کون آیا ہے؟" وہ بہت دقتوں سے اپنا اشتیاق

چھپا پا رہی تھی۔

"امی، بھائی، آپ اندر آئیں نا۔" حنا اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے آئی تو اماں جی اسے دیکھ کر اپنی بیٹی سے بولیں۔

"لو، آگئی سامعہ!"

"یہ!" میں تو سمجھی تھی اماں جی کوئی بڑی عمر کی ڈاکٹرنی ہوگی۔ یہ تو اپنی حنا جیسی ہے۔"

"ہاں، بڑی خدمت گزار بچی ہے۔ اللہ اس کے نصیب اچھے کرے۔" اماں نے دعا دی، پھر اسے مخاطب کر کے تعارف کروانے لگیں۔

"سامعہ! یہ میری بیٹی زبیدہ ہے اور یہ اس کے بچے حنا اور عمیر۔"

"السلام علیکم۔" وہ سلام کر کے زبیدہ کے قریب آگئی۔ "میں آپ کو حنا جیسی لگی، آپ مجھے اپنی مما جیسی لگ رہی ہیں۔ بس تھوڑا سا فرق عمر کا ہے۔ میری مما آپ سے کچھ بڑی ہوں گی۔"

"جیسے آپ مجھ سے کچھ بڑی ہوں گی۔" حنا فوراً بولی تھی۔ اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا، تب اماں جی فکرمندی سے کہنے لگیں۔

"تھکی ہوئی آئی ہو بیٹا! جاؤ کچھ دیر آرام کرو۔"

"جی۔" وہ سعادت مندی سے دروازے کی طرف بڑھی، پھر بے اختیار پلٹ کر زبیدہ سے پوچھنے لگی۔

"آپ ابھی رہیں گی نا؟"

"ہاں۔ آج کی رات تو رکوں گی، کل کا پتا نہیں کس وقت جانا ہو۔" زبیدہ نے سرسری انداز میں جواب دیا، جبکہ حنا کو اس کی بے اختیاری محسوس ہوئی تھی، جب ہی اس کے پیچھے اس کے کمرے میں آگئی۔

"لگتا ہے امی سے مل کر آپ کو اپنی امی یاد آنے لگی ہیں، کہاں ہیں وہ؟" حنا نے لکڑی کے صندوق پر ٹکتے ہوئے پوچھا۔

"کراچی۔۔۔" وہ مختصر جواب کے ساتھ بات بدل گئی۔ "تم پڑھتی ہو؟"

"ابھی بی اے کے امتحانوں سے فارغ ہوئی ہوں۔ مزید پڑھنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔" حنا نے بظاہر لاپروائی سے کہا، لیکن اس کے لہجے میں ملال صاف محسوس ہوا تھا۔

"کیوں۔ تم نہیں پڑھنا چاہتیں یا؟" اس نے ادھوری چھوڑ دی۔

"چھوڑیں اس بات کو، یہ بتائیں آپ نے کے لیے اتنے بڑے شہر کی نسبت اس چھوٹی سی کیوں منتخب کیا؟" حنا نے سہولت سے اس کی بات کرتے ہوئے پوچھا۔

"بس اسے تم میرا شوق سمجھو۔"

"عجیب شوق ہے۔ افسانوی ہیروئنوں جیسا۔" ہنسی۔ تب ہی شاہ جہان کی پکار سنائی دی۔ وہ اندر ہوئے اسی طرح پکار رہا تھا۔

"نانا جی!"

"ارے یہ تو بھائی شاہ جہان ہیں۔" حنا اٹھ کر جبکہ اس کے دل کی میں یکلخت شہنائیاں بجنے تھیں۔ اگر کوئی اس وقت اسے دیکھتا تو حیران ہو پوچھتا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے، اس بلا کی گرمی میں تم چاندنی میں نہائی لگ رہی ہو۔"

خود اسے بھی ایسا ہی لگ رہا تھا۔ احساسات پر نرم پھوار پڑ رہی تھی۔ اور کیسی خواہش تھی کہ وہ جی کی پکار کے ساتھ آتا ہے تو وہ اس کی پکار بن جائے۔

"سامعہ۔ سامعہ!"

"ہاہاہا۔" بڑی خوبصورت ہنسی اس کے ہونٹوں سے پھوٹی تھی، پھر وہ اپنے آپ پر ہنستی چلی گئی۔

✡ ✡ ✡

حنا کی امی اور بھائی اگلے دن ہی واپس چلے گئے تھے۔ اور وہ چونکہ امتحانوں سے فارغ ہو چکی تھی اس لیے اپنے نانا، نانی کے پاس رہ گئی۔ اس کی وجہ سے گھر میں کافی رونق ہو گئی تھی۔ گو کہ بی اے کا امتحان دے چکی تھی، لیکن اس کی حرکتیں بچوں جیسی تھیں۔ گلی سے ٹن ٹن کی آواز آتی تو قلفی کے لیے مچل جاتی۔ کبھی آنگن میں لگے امرود کے پیڑ کی شامت آتی

کبھی بھری دوپہر میں دیوار کے ساتھ چارپائی کھڑی کر کے اس پر چڑھتی اور پڑوسیوں کے پیڑ سے کیریاں تڑواتی۔ اور پیپل کے گھنے پیڑ پر چڑھنا اترنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

اماں جی اس کے اس مشغلے سے سخت عاجز اور پریشان ہوتی تھیں کہ کہیں گر گرا کر ہاتھ پیر نہ توڑ بیٹھے۔ اسے تنبیہہ کرتے ہوئے اس خدشے کا اظہار کرتیں تو اب بڑے آرام سے کہتی تھی۔

"تو کیا ہوا نانی اماں! ڈاکٹر گھر میں موجود ہے۔"

"لیکن میں ہڈی جوڑ ڈاکٹر نہیں ہوں۔" تار پر کپڑے پھیلاتے ہوئے اس نے حنا کی بات سن کر کہا تھا۔

"پھر بھی ابتدائی طبی امداد تو پہنچا سکتی ہیں۔" حنا مزے سے شاخ پر جھول رہی تھی۔

"تو تمہیں ضرور ہاتھ پیر تڑوانے ہیں۔ میں ہرگز تمہاری کوئی مدد نہیں کروں گی۔" اس نے کہا اور خالی بالٹی اٹھا کر غسل خانے کی طرف بڑھی تھی کہ حنا نے چھلانگ لگادی۔ دھڑام کی آواز پر اس کے ہاتھ سے بالٹی چھوٹ گئی۔

"الٰہی خیر۔" وہ دل پر ہاتھ رکھ کر جیسے ہی پلٹی۔ حنا اس کی پریشان صورت دیکھ کر زور زور سے ہنسنے لگی، پھر اٹھ کر کپڑے جھاڑتے ہوئے بولی۔

"آپ واقعی میری مدد نہیں کر سکتیں۔ اتنا سا تو دل ہے آپ کا۔"

"بات مت کرو مجھ سے۔" اسے سچ مچ غصہ آگیا تھا۔ سر جھٹک کر اپنے کمرے میں آگئی۔

"آپ تو ناراض ہو گئیں؟" حنا اس کے پیچھے بھاگی آئی تھی۔

"سوری۔ رئیلی ویری سوری، پلیز ناراض نہ ہوں۔ میں آئندہ ایسی حرکتیں نہیں کروں گی۔"

"وعدہ کرو۔" اس نے سنجیدہ شکل بناتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو حنا سر کھجاتے ہوئے بسورتے انداز میں بولی۔

"آپ ڈاکٹرنی ہیں یا۔۔۔تانی؟"

"دونوں۔" وہ ہنوز اسی پوزیشن میں تھی۔

"پھر تو بڑی مشکل ہے۔ اچھا چلیں میں آپ کی بات مانوں گی، اب آپ جلدی سے تیار ہو جائیں بڑی خالہ کے گھر چلتے ہیں۔" حنا نے لاڈ سے کہا تو اس کے ذہن سے یکلخت بات نکل گئی، بس "بڑی خالہ" پر دھیان رہ گیا۔

"بڑی خالہ؟" وہ سوالیہ نظروں سے حنا کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاں میری بڑی خالہ۔ بھائی شاہ جہان کو تو دیکھا ہے نا آپ نے، ان کی امی۔" حنا کی وضاحت پر وہ سنبھل کر بولی۔

"اچھا اچھا، لیکن میں ابھی نہیں جا سکتی۔"

"کیوں؟"

"بس تھک گئی ہوں، کپڑے وپڑے دھو کر، ابھی کچھ دیر آرام کروں گی، تم بابا کے ساتھ چلی جاؤ۔"

"وہ تو میں چلی جاؤں گی، لیکن اگر آپ بھی۔"

"پھر کبھی۔" وہ حنا کا گال تھپک کر زبردستی مسکرائی۔

"جیسے آپ کی مرضی۔"

حنا نے کندھے اچکائے، پھر اسے آرام کرنے کا کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔ تو وہ آہستہ سے دروازہ بند کر کے لیٹ گئی اور اپنی مما کے بارے میں سوچنے لگی کہ وہ اس وقت کیا کر رہی ہوں گی۔

عموماً دوپہر میں وہ دو گھنٹے کی نیند لیتی تھیں۔ اس نے اپنا سیل فون اٹھا کر ٹائم دیکھا، پھر مما کا نمبر ملایا۔

"السلام علیکم مما!"

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہیں؟"

"میں سوچ رہی ہوں مما کچھ دنوں کی چھٹی لے کر آپ کے پاس آجاؤں۔"

"وہ اکیلے نہیں ہوں گے مما! ان کے پاس آج کل ان کی نواسی آئی ہوئی ہے۔"

"جی۔ حنا نام ہے۔ اچھی پیاری لڑکی ہے۔"

"اور عمیر ہے، حنا سے چھوٹا ہے۔"

"چلیں ٹھیک ہے، پھر بات کروں گی۔ اللہ حافظ۔"

اس نے سیل فون رکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور کچھ دیر میں سو بھی گئی تھی۔

مغرب سے کچھ پہلے اماں جی نے آکر اسے اٹھایا تو وہ حیران ہو گئی کہ اتنی دیر تک کیسے سوتی رہ گئی۔ جبکہ اماں جی پریشان کھڑی تھیں۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں اماں جی! بس لیٹی تو نیند آگئی۔ حالانکہ سونے کا ارادہ بھی نہیں تھا۔ وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی، پھر ایک دم ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔"

"آپ پریشان کیوں ہو گئیں؟"

"کبھی ایسے سوئی جو نہیں ہو۔" اماں جی نے اس کے محبت بھرے انداز پر پیار سے اس کا گال چھوا۔

"کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے اماں جی! پریشان مت ہوا کریں۔ اور ہاں حنا کہاں ہے؟" اسے اچانک خیال آیا کہ حنا خالہ کے گھر جانے کا کہہ رہی تھی جب ہی پوچھا۔

"وہ اپنی بڑی خالہ کے ہاں گئی ہے۔" اماں جی نے بھی بڑی خالہ کہا تو اب وہ رہ نہیں سکی، پوچھنے لگی۔

"اس کی اور بھی خالائیں ہیں؟"

"نہیں، ایک ہی ہے۔" غالباً اماں جی کا دھیان کہیں اور بھی تھا، جب ہی سیدھے سادے انداز میں جواب دیا۔

"تو پھر وہ انہیں بڑی خالہ کیوں کہتی ہے، جب منجھلی، چھوٹی کا وجود ہی نہیں ہے۔" اس نے اماں جی کو گھیرنے کی کوشش کی، لیکن وہ اکتا کر بولیں۔

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہی ہو۔ چلو جاؤ منہ ہاتھ دھوؤ۔ اذان ہونے والی ہے۔ میں وضو کر لوں۔ اور حنا پتا نہیں آئے گی یا ادھر ہی رہ جائے گی۔" وہ اپنے آپ بولتے ہوئے جا رہی تھیں۔

"لگتا ہے انہوں نے اپنے دل پر پتھر رکھ لیا ہے۔" اس نے سوچا، پھر اپنے کپڑے لے کر کمرے سے نکلی اور غسل خانے میں بند ہو گئی۔

✡ ✡ ✡

اسے یہاں آئے ہوئے تین مہینے سے زیادہ ہو گئے تھے اور ابھی تک اسے اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ پھر بھی وہ مایوس نہیں تھی۔ بلکہ اسے یقین تھا کہ کسی دن اچانک اماں جی خود اس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیں گی۔ تب ان کی تڑپ دیکھ کر وہ مما کو یہاں بلا لے گی کیونکہ ادھر اس کی مما بھی بہت بے چین تھیں۔ اور چین تو اب اس کا بھی کھو گیا تھا، جب سے دل نے شاہ جہان کے نام پر دھڑکنا شروع کیا تھا۔ اس کے اندر عجیب سی بے کلی آن سمائی تھی۔

جتنا وقت گھر میں رہتی اس کے کان دستک کے ساتھ نانا جی کی پکار کے منتظر رہتے، اور اسپتال میں مریضوں کو دیکھتے ہوئے اس کی نظریں بار بار کھڑکی سے باہر بھٹکتی تھیں۔ اس روز وہ جانے کس کام سے اس طرف آیا تھا یا شاید کسی سے ملنے، اسے بہرحال اس کا انتظار رہتا تھا۔ جبکہ شاہ جہان نے پہلے دن کے بعد سے پھر کبھی اس سے بات بھی نہیں کی تھی۔

وہ گھر آتا تو یوں لگتا جیسے اس گھر میں صرف اس کے نانا، نانی رہتے ہیں، تیسرا کوئی وجود ہے ہی نہیں۔ کوئی اتنا بھی انجان ہو سکتا ہے؟ یعنی اس کی حد سے زیادہ بے اعتنائی پر وہ حیران ہوتی تھی۔ کتنی بار ایسا ہوا تھا کہ دستک پر دروازہ اس نے کھولا تھا، لیکن وہ یوں نکل گیا جیسے سامنے وہ تھی ہی نہیں۔

اب پتا نہیں وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہا تھا یا اسے سرے سے اس میں کوئی کشش نظر آئی ہی نہیں تھی۔ وہ بہرحال اسے اٹریکٹ کر گیا تھا کہ تنہائی کے لمحات میں باقاعدہ اسے سوچنے لگی تھی۔

اس وقت وہ اسپتال سے نکلی تو اس کے دل میں یہ خواہش شدت سے جاگی تھی کہ اچانک وہ کسی طرف سے نکل آئے اور پھر یوں ہو کہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔ اپنی اس خواہش پر وہ ہنسنا چاہتی تھی۔ لیکن پتا نہیں کیا ہوا اس کے اندر ڈھیروں آزردگی سمٹ آئی تھی۔

یونہی آزردہ سی وہ گھر آئی تو وہاں حنا پائپ سے

پورے آنگن میں چھڑکاؤ کر رہی تھی۔ اسے دیکھا تو شرارت سے پائپ کا رخ اس کی طرف موڑ دیا۔ وہ بھاگ کر برآمدے میں ستون کی آڑ میں چھپنا چاہتی تھی، لیکن وہاں پہلے سے شاہ جہان موجود تھا۔ وہ اسے دیکھ کر پریشان ہوگئی۔ فورا" سمجھ میں نہیں آیا کیا کرے، کس طرف جائے۔

"حنا بس کرو۔"

شاہ جہان حسب سابق اسے نظر انداز کر کے برآمدے کا اسٹیپ اتر گیا اور پائپ لینے کے لیے حنا کی طرف بڑھا تو وہ بھاگ کر دوسرے کونے میں چلی گئی اور پانی کی دھار سے اسے اپنی طرف بڑھنے سے روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

شاہ جہان بھیگنے سے بچنا بھی چاہتا تھا اور پائپ بھی چھیننا چاہتا تھا۔ اس چھینا جھپٹی میں دونوں بھیگ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے یہ منظر دھندلانے لگا تو وہ پلٹ کر تیز قدموں سے اپنے کمرے میں آگئی۔

دل مزید بوجھل ہوگیا تھا۔ سینڈل کے اسٹریپ کھولتے ہوئے لگا جیسے ہاتھوں میں سکت ہی نہیں ہے۔ بمشکل پیروں کو سینڈل کی قید سے آزاد کر پائی، پھر ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ رکھ کر اس نے اپنے دل کو سمجھانا چاہا، لیکن اسے کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔

کتنی دیر بعد حنا چائے لے کر اس کے کمرے میں آئی تو وہ اسی طرح گم صم بیٹھی تھی۔

"ارے۔ آپ کو کیا ہوا؟ بہت زیادہ تھک گئی ہیں یا کسی مریض کی حالت تشویش ناک ہے۔" حنا نے اسٹول پر چائے کے مگ رکھ کر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا تو اس نے پہلے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا، پھر سنبھلتے ہوئے بولی۔

"تمہیں کیا لگ رہا ہے؟"

"سوری۔ میں بالکل گیس نہیں کر سکتی۔" حنا نے ایک مگ اٹھا کر اسے تھما دیا، پھر کہنے لگی۔ "یہاں گرمی میں کیوں بیٹھی ہیں، باہر صحن میں چلیں نا، میں نے چھڑکاؤ کر کے چارپائیاں بچھا دی ہیں۔"

"شاہ جہان چلے گئے کیا؟" وہ بلا ارادہ پوچھ بیٹھی۔

"تو آپ ان کی وجہ سے یہاں بیٹھی ہیں۔" حنا نے حیرت کا اظہار کیا، پھر خود ہی ہنسنے لگی۔

"ہنس کیوں رہی ہو؟" اس نے چائے کا سپ لے کر ٹوکا۔

"مجھے بھائی شاہ جہان پر ہنسی آ رہی ہے، غصے میں پاگل ہو رہے تھے۔"

"کیوں؟" وہ اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے انہیں نہلا جو دیا تھا۔ پتا ہے ابھی نانا جی کی تہبند باندھ کر بیٹھے ہیں۔ اور ہوا مجھے ان کے کپڑے سکھانے ہیں استری سے۔" حنا مزے سے بتاتے ہوئے ایک دم اٹھ کر بھاگ گئی۔ تو شاہ جہان کا حلیہ سوچ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

پھر شاہ جہان کے جانے کے بعد ہی وہ کمرے سے نکلی تھی۔ حنا کے ساتھ مل کر رات کا کھانا بنایا۔ اماں جی اور رحمت الہٰی مغرب کے بعد کھانا کھاتے اور عشاء کی نماز کے بعد سو جاتے تھے۔ یہاں آ کر اس کی بھی یہی روٹین ہوگئی تھی۔ اور ابھی تک تو گرمی کے باوجود وہ کمرے ہی میں سوتی تھی۔ لیکن آج حنا نے اسے صحن میں اپنے ساتھ سونے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ بہت باتونی لڑکی تھی۔ جانے کہاں کہاں کے قصے سنا کر اس کی نیند اڑا دی اور پھر خود سو گئی تھی۔

اسے کروٹیں بدلتے جانے کتنی رات بیت گئی تھی کہ اچانک خاموش فضا میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تو وہ ابھی پوری طرح ادھر متوجہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ دستک کے ساتھ نانا جی کی پکار پر وہ دہل کر اٹھ بیٹھی۔ اور گردن گھما کر رحمت الہٰی کو دیکھا۔ وہ بے خبر سو رہے تھے۔ تب ہی دوبارہ دستک ہوئی تو اس نے بے اختیار اٹھ کر رحمت الہٰی کا پیر ہلا ڈالا۔

"بابا! باہر کوئی ہے۔"

"کون ہے؟" انہوں نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"پتا نہیں۔ شاید شاہ جہان۔" اس نے قصدا" یقین کا اظہار نہیں کیا۔

"شاہ جہان، اس وقت، اللہ خیر کرے۔" رحمت الہٰی سلیپروں میں پیر گھسائے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھے تھے۔ اور جیسے ہی دروازہ کھولا شاہ جہان اندر آگیا۔

ستاروں کی مدھم روشنی میں اس نے دیکھا۔ وہ بہت پریشان لگ رہا تھا، اور جلدی جلدی رحمت الہٰی سے اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے بار بار اس کی طرف بھی دیکھ رہا تھا۔

وہ سمجھ گئی کوئی ایمرجنسی ہے، جب ہی الرٹ ہوگئی۔ اور جب رحمت الہٰی نے اس کے پاس آ کر کہا کہ شاہ جہان کے والد کی طبیعت بہت خراب ہے، وہ چلی جائے تو وہ بھاگ کر کمرے سے فرسٹ ایڈ باکس اٹھا لائی اور ایسے ہی عجلت میں شاہ جہان کے پیچھے باہر نکلی، لیکن پھر گاڑی میں بیٹھتے ہی پریشان ہوگئی۔

"وہ بابا نہیں چلیں گے؟"

"نہیں۔" شاہ جہان نے مختصر جواب کے ساتھ گاڑی آگے بڑھا دی اور پانچ منٹ سے بھی کم وقت میں گھر پہنچ گیا۔

وہ اس وقت صرف ڈاکٹر تھی۔ کسی اور طرف اس کا دھیان ہی نہیں گیا۔ بس شاہ جہان کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ جب وہ رکا تو وہ بھی رک گئی اس کے اشارے پر بیڈ پر لیٹے شخص کو دیکھنے لگی، بظاہر صحت مند بلکہ بھاری بھرکم وجود کو اس نے پوری توجہ سے چیک کیا، پھر شاہ جہان کو دیکھ کر بولی۔

"فالج کا اٹیک ہے۔"

"پھر۔ آئی مین یہاں علاج ممکن ہے یا شہر لے جانا پڑے گا؟" اس نے پوچھا۔

"ابھی فورا" کہیں لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں انجکشن لگا دیتی ہوں، باقی میڈیسن تو صبح ہی ملیں گی۔" وہ کہہ کر انجکشن تیار کرنے لگی۔

معا" احساس ہوا کہ کمرے میں کوئی اور بھی موجود ہے۔ پھر بھی پہلے اس نے انجکشن لگایا، اس کے بعد باقاعدہ گردن موڑ کر دیکھنے لگی۔ ایک ادھیڑ عمر عورت جو یقینا" شاہ جہان کی امی تھیں اور ان کے ساتھ کھڑی لڑکی جو مسلسل روئے جا رہی تھی اس کے بارے میں وہ صحیح قیاس نہیں کر سکی۔

"آپ بیٹھ جائیں۔" اس نے خاتون سے کہا، تب شاید شاہ جہان کو احساس ہوا۔

"یہ میری والدہ ہیں اور یہ بہن۔" پھر والدہ سے بولا۔ "اماں! آپ بیٹھ جائیں اور اسے چپ کرائیں۔ خوامخواہ رو رہی ہے۔ ابا ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"ان شاء اللہ۔ میں میڈیسن لکھ دیتی ہوں۔" وہ چھوٹا سا پیڈ نکال کر میڈیسن لکھنے لگی، پھر پرچہ پھاڑ کر شاہ جہان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ دوائیں فورا" شروع کروا دیجئے گا۔ اور اگر آپ مطمئن نہ ہوں تو صبح ڈاکٹر ابراہیم کو دکھا دیں۔"

وہ کچھ نہیں بولا۔ پرچہ تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا اور اس کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگا، وہ باکس بند کر رہی تھی۔

"بڑی مہربانی بیٹا! تم اس وقت آگئیں۔" اس کی اماں نے کہا تو وہ انہیں دیکھ کر مسکرائی، پھر باکس لے کر کھڑی ہوئی تو کہنے لگی۔

"مہربانی کس بات کی، یہ میری ڈیوٹی ہے۔"

"چلیں۔" شاہ جہان نے مداخلت کی۔ "اور ہاں آپ کی فیس؟"

"دے دیجئے گا۔" وہ کہہ کر تیز قدموں سے کمرے سے نکل آئی تو جیسے آتے ہوئے وہ اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی، اب وہ اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ گاڑی میں بھی وہ اس سے پہلے بیٹھی تھی۔

پانچ منٹ کا راستہ تھا۔ شاہ جہان اسے باہر ہی سے چھوڑ کر واپس نہیں جا سکتا تھا، اسے رحمت الہٰی کو اپنے والد کی طرف سے اطمینان دلانا تھا۔ اس لیے اس کے ساتھ ہی گاڑی سے اترا اور دستک دینے سے پہلے اس سے مخاطب ہوا۔

"سنیں۔ بے شک یہ آپ کی ڈیوٹی ہے، لیکن کبھی اتنی رات کو کسی اجنبی کے ساتھ جانے کا سوچیے گا بھی مت۔"

"اجنبی تو آپ بھی ہیں۔" وہ بلا ارادہ کہہ گئی۔

"کیا واقعی آپ مجھے اجنبی سمجھتی ہیں؟" اس کی حیرت پر وہ بے اختیار اسے دیکھتے ہی بری

طرح نروس ہوگئی۔ اتنے قریب کھڑا تھا وہ درمیان میں ایک قدم کا فاصلہ بھی نہیں تھا۔

"میرا مطلب ہے' میرا تو روز کا یہاں آنا جانا ہے۔" وہ اپنی بات کی وضاحت کرنے لگا تھا کہ رحمت الٰہی نے دروازہ کھول دیا' غالباً" گاڑی کی آواز سن چکے تھے۔

وہ جلدی سے اندر آگئی تھی۔

☼ ☼ ☼

رات کے تیسرے پہر وہ سوئی تھی' جب ہی طبیعت بوجھل ہو رہی تھی۔ سر میں بھی درد تھا۔ پھر بھی اس نے آخری مریض تک کو پوری توجہ سے دیکھا' اس کے بعد اپنی چیزیں سمیٹ کر باہر نکل آئی۔ وہ جلد سے جلد گھر پہنچنا چاہتی تھی۔ اس لیے شارٹ کٹ اختیار کیا اور جیسے ہی کچی سڑک پر اتری اس سے بہت آگے وہ یقیناً" شاہ جہان تھا۔ اس کے دراز سراپے پر نظریں جمائے وہ یہ بھول گئی کہ درمیان میں اس کا راستہ الگ ہو جاتا ہے' بس اس کے پیچھے چلتی چلی گئی۔ اور جب رکی تو خود پریشان ہو گئی۔

"آپ یہاں؟" شاہ جہان نے اپنے دروازے پر آکر یونہی پیچھے مڑکر دیکھا تھا اور اسے آتے دیکھ کر رک گیا تھا۔

"وہ میں۔۔۔ سوچا آپ کے والد کو دیکھ لوں۔" وہ بمشکل اپنی پوزیشن کلیئر کر پائی۔

"آئیے۔" شاہ جہان نے دروازہ دھکیل کر پہلے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا' پھر اس کے پیچھے آکر بولا۔

"شکریہ" آپ نے خیال کیا۔"

"اب کیسی طبیعت ہے ان کی؟" وہ اب سنبھل چکی تھی۔

"آپ خود دیکھ لیجئے۔" شاہ جہان نے پھر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تو وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے والد کے بیڈ روم میں آگئی۔

شاہ جہان کی والدہ سرہانے کے قریب چیئر پر بیٹھی انہیں چمچے سے چائے پلا رہی تھیں۔ اور بہن آہستہ آہستہ ان کے پیر دبا رہی تھی۔ اس نے سلام کیا تو دونوں خواتین اسے دیکھنے لگیں۔ پھر شاہ جہان کے اشارے پر اس کی بہن اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آئیے ڈاکٹر صاحبہ!"

اس نے آگے بڑھ کر پیشنٹ کو چیک کیا' ٹیبل سے میڈیسن اٹھا کر دیکھیں' پھر پرچے پر نئی دوائیاں لکھ کر شاہ جہان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"یہ ٹیوب ہے۔ صبح شام ہلکے ہاتھوں سے متاثرہ جگہوں پر مساج کیجئے گا۔" پھر اس کی والدہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

"زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے آنٹی! یہ ان شاء اللہ جلدی ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔" انہوں نے کہا تو اس نے مسکرانے پر اکتفا کیا' پھر شاہ جہان کو یوں دیکھنے لگی جیسے میں چلتی ہوں۔

"پروین چائے بنالو۔" شاہ جہان نے بہن سے کہا' پھر اس کے ساتھ کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آگیا۔ اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"پلیز تشریف رکھیں۔" وہ معذرت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر بیٹھ گئی۔

"ایک بات پوچھوں؟" شاہ جہان نے بیٹھتے ہی کہا تو وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"آپ کو گھر کیسے یاد رہ گیا' میرا مطلب ہے آپ رات میں آئی تھیں بالکل اندھیرا تھا۔ اگر روشنی ہوتی تب بھی میرا خیال ہے اتنی جلدی راستہ یاد نہیں ہوتا۔" شاہ جہان کے اندر گویا الجھن تھی۔

اس کا دل چاہا کہہ دے کہ اسے خود نہیں پتا' وہ یہاں تک کیسے آئی۔ بس آگے ایک روشنی تھی جو اسے اپنی طرف کھینچتی لے آئی تھی۔ لیکن وہ سنبھل کر بولی تھی۔

"میں نے راستے میں ایک دو راہ گیروں سے آپ کا پوچھا تھا۔"

"اچھا اچھا۔" اس نے یقین کرلیا۔ تب ہی پروین چائے لے کر آگئی۔ اس کے ساتھ اس کی اماں بھی تھیں۔ اس کی نظریں اماں پر ہی ٹھہر گئیں۔ دبلی پتلی' بے رونق چہرہ جیسے مدتوں سے کوئی خوشی ان کے قریب سے بھی نہ گزری ہو۔

"آپ چائے لیں۔" شاہ جہان نے اس کی توجہ اپنی اماں کی طرف سے ہٹانے کی خاطر کہا تو اس نے چونک کر چائے کا کپ اٹھا لیا اور ایک سپ لے کر بے اختیار اپنے آپ بولی تھی۔

"اماں جی اور بابا پریشان ہو رہے ہوں گے کہ میں کہاں رہ گئی۔"

"خیر ہے بیٹی! اسے بھی اپنا گھر سمجھو۔" شاہ جہان کی اماں نے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے آنٹی! اصل میں انہیں پتا نہیں ہے کہ میں یہاں ہوں۔" اس نے کہہ کر دو گھونٹ میں چائے ختم کی' پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلیے میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔" شاہ جہان کپ خالی کرکے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا آنٹی میں پھر آؤں گی۔" اس نے اماں کے سامنے سر جھکایا' پھر پروین سے ہاتھ ملا کر شاہ جہان کے ساتھ باہر نکل آئی۔

"گاڑی پر چلیں گی یا پیدل؟" اس نے پوچھا تو وہ فوراً" بولی۔

"پیدل۔" وہ کندھے اچکا کر چل پڑا۔

اس کے قدموں کی رفتار پہلے تیز تھی' پھر آپ ہی آپ سست پڑ گئی۔ کیونکہ ساتھ چلتی لڑکی اچانک اپنا احساس دلا گئی تھی' کہ پھر جب وہ بولا تو اس کے لہجے میں بے تابی عیاں تھی۔

"آپ کل بھی آئیں گی نا' آئی مین ابا کو دیکھنے؟"

"جی۔" وہ اس کی بے تابی پر مسکرائی تھی اور وضاحت پر ہنسنے کو دل چاہا تھا۔

☼ ☼ ☼

اور پھر یہ معمول بن گیا۔ وہ اسپتال سے سیدھی اس کے گھر چلی جاتی۔ اس کے ابا کو دیکھتی' کچھ دیر اماں اور پروین کے ساتھ بیٹھتی' پھر وہ اسے چھوڑنے آتا۔ یوں چند دنوں میں ہی آشنائی سے آگے اعتبار اور اعتراف کی منزلیں طے ہو گئیں تو زندگی اچانک بہت خوبصورت لگنے لگی تھی۔ اور اپنی زندگی کے اس خوبصورت موڑ پر بھی وہ اپنی یہاں آمد کا مقصد نہیں بھولی تھی۔

اس کے ساتھ وہ بہت محتاط بھی تھی' اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کے برعکس وہ چاہتی تھی کہ رحمت الٰہی یا اماں جی خود ہی کسی دن کوئی بھولی بسری داستان چھیڑ دیں' جس سے اسے اندازہ ہو کہ ان کے اندر کیا ہے۔ پھر اس حساب سے وہ آگے بڑھ سکتی تھی۔ اور ابھی تک تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جس سے وہ مایوس تو نہیں تھی' البتہ اس کا صبر جواب دینے لگا تھا۔

اس وقت وہ اسپتال سے نکلی تو کوریڈور میں شاہ جہان کو اپنے انتظار میں کھڑے دیکھ کر قدرے پریشان ہو گئی۔

"خیریت' تم یہاں کیسے۔ تمہارے ابا تو ٹھیک ہیں نا؟"

"اف۔ تم ڈاکٹر لوگ صرف یہی سوچ سکتے ہو۔" شاہ جہان نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا تو وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"ظاہر ہے' ہمارے پاس تو مریض ہی آتے ہیں۔"

"ہاں مریض تو میں ہوں' مریض عشق۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

"خطرناک بیماری ہے۔" وہ مسکرائی۔

"لاعلاج تو نہیں ہے نا؟" اس نے فوراً" پوچھا۔

"نہیں لاعلاج تو کوئی بیماری نہیں ہے' اگر ٹھیک وقت پر ڈائیگنوز ہو جائے تو علاج ہو جاتا ہے۔" وہ کہتے ہوئے کوریڈور کی سیڑھیاں اتر آئی۔

"تو میں ٹھیک وقت پر آگیا ہوں۔" وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"یہ تو چیک کرنے کے بعد ہی پتا چلے گا کہ بیماری کس اسٹیج پر ہے۔" وہ اس گفتگو سے محظوظ ہو رہی تھی۔

"مگر آخری اسٹیج پر ہوئی تو؟" اس نے خائف

ہونے کی ایکٹنگ کی۔
"تو بھی فکر کی کوئی بات نہیں ہے' میں ہوں نا۔" وہ گردن اکڑا کر بے ساختہ ہنسی تھی۔
شاہ جہان کو اس ویرانے میں اس کی ہنسی بہت بھلی لگی' رک کر اسے دیکھنے لگا تو وہ کچھ نروس ہو گئی۔
"کیا ہوا؟"
"تمہاری ہنسی نے دل میں بہت سی خواہشیں جگا دی ہیں۔" اس کے لہجے میں بھی آرزو میں مچل رہی تھیں۔
وہ قصداً" انجان بن کر آگے چل پڑی۔ معاً" احساس ہوا کہ یہ وہ راستہ تو نہیں ہے جہاں سے وہ روز گزرتی ہے۔ ایک دم رک کر پوچھنے لگی۔
"یہ ہم کہاں آ گئے؟"
"ڈونٹ وری' کہیں بھی آ جائیں بھٹکیں گے نہیں۔ آئی مین چھوٹا سا قصبہ ہے۔ ہر راستہ گھر کی طرف ہی جاتا ہے۔" وہ اس کی وضاحت پر بے ساختہ مسکرائی' پھر آگے بڑھتے ہوئے بولی۔
"میں اس راستے سے کبھی نہیں گئی۔"
"میں جانتا ہوں۔" اس نے کہا تو وہ پھر رک گئی۔
"کیا کیا جانتے ہو؟"
"صرف اتنا کہ تم اس راستے سے کبھی نہیں گزری۔" وہ کہہ کر دلکشی سے مسکرایا۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر بارہ دری میں لے آیا۔
"مجھے یہ جگہ بے حد پسند ہے۔ اکثر میری شامیں یہیں گزرتی ہیں۔" وہ کہتے ہوئے ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا' جبکہ وہ گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔ تب بھی نظریں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔
"کیا بات ہے' تم حیران ہو یا پریشان؟" شاہ جہان نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے اپنا پیر اس کے پیر پر مارا' تب وہ اسے دیکھنے لگی۔
"کچھ کہا تم نے؟"
"میں پوچھ رہا ہوں یہ جگہ کیسی لگی؟" اس نے اپنی بات دہرائی نہیں۔
"اچھی ہے' لیکن میں اکیلی یہاں نہیں آ سکتی۔ بہت ڈر لگے گا مجھے۔" اس نے کہہ کر جھرجھری بھی لی۔
"عجیب بات ہے۔ اپنے گھر سے دور اجنبی جگہ' اجنبی لوگوں میں رہتے ہوئے تو تمہیں ڈر نہیں لگتا۔" وہ شاید بہت حقیقت پسند تھا۔
"میرا اشارہ اس ویرانے کی طرف ہے۔" وہ جزبز ہوئی تھی۔
"تمہیں شاید میری بات بری لگی۔ آئی ایم سوری۔ ویسے تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں میرے نانا' نانی جیسے لوگ ملے۔"
"میں بھی ایسا ہی سمجھتی ہوں۔ اگر اماں جی اور بابا مجھے اپنے گھر میں جگہ نہ دیتے تو شاید میں واپس چلی جاتی۔ اماں جی اور بابا بہت اچھے ہیں' بہت محبت کرنے والے' میں ان کی بہت خدمت کرنا چاہتی ہوں' اور چاہتی ہوں ان کے سارے دکھ سمیٹ لوں۔" اس کی آخری بات پر شاہ جہان نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ قصداً" ذرا سا مسکرائی' پھر کہنے لگی۔
"میں یہ بات یونہی نہیں کہہ رہی' میں نے محسوس کیا ہے جیسے ان کے اندر کوئی گہرا دکھ ہے۔ کتنی بار سوچا اماں جی سے پوچھوں' لیکن ہمت نہیں ہوئی۔" اس نے آخر میں کن انکھیوں سے شاہ جہان کو دیکھا' اس کی گھنی ابروؤں کے درمیان گہری لکیر کھنچ گئی تھی۔ جس سے وہ اندر ہی اندر خائف ہو گئی' لیکن پھر ہمت باندھ لی۔
"میرا خیال ہے تم ضرور جانتے ہو گے' ہے نا؟" اس نے اپنائیت کا احساس دینے کی خاطر شاہ جہان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔
"اگر تم نہیں بتانا چاہتے تو کوئی بات نہیں' میں اصرار نہیں کروں گی۔ چلو چلتے ہیں۔" وہ کہتے کے ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ بے اختیار اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔
"میں چاہتا ہوں تم اصرار کرو۔"

"پلیز' پلیز شاہ جہان!" وہ ایک اسٹیپ اتر کر اس کے پیروں کے پاس گھٹنے ٹیکنے لگی تھی کہ اس نے ایک دم اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے برابر بٹھالیا۔

"میں نے پیر پکڑنے کو تو نہیں کہا۔" وہ کچھ نہیں بولی اور غیر محسوس طریقے سے اس سے ذرا پرے ہٹ گئی۔ تو کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ کہنے لگا۔

"تم نے ٹھیک محسوس کیا ہے۔ میرے نانا' نانی کے دل پر گہرا زخم لگا ہے۔ اور یہ زخم ان کی بیٹی نے لگایا ہے۔"

وہ گردن موڑ کر بے حد خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"صالحہ میرے نانا کی بیٹی تھی۔ سب سے بڑی میری ماں' صالحہ دوسرے نمبر پر تھی۔ نانا کو اپنی اس بیٹی سے غیر معمولی محبت تھی اور شاید انہوں نے اس سے کچھ غیر معمولی امیدیں بھی وابستہ کرلی تھیں۔ اس کی ہر خواہش پوری کرتے اور چاہتے تھے کہ وہ پڑھ لکھ کر ڈاکٹر بنے۔ اس وقت اس قصبے میں لڑکیوں کا ایک ہی اسکول تھا جو مڈل تک تھا۔ میری ماں مڈل پاس کرکے گھرداری میں لگ گئی۔ لیکن صالحہ کو نانا جی نے مڈل کے بعد شہر میں اچھے اسکول میں داخل کردیا۔ اس کی رہائش کا انتظام بھی وہیں بورڈنگ میں ہوگیا تھا۔ یوں میٹرک کرکے صالحہ کالج چلی گئی۔ میرے نانا بہت خوش تھے۔ ہر ایک سے یہی کہتے کہ چند سالوں کی بات ہے' میری بیٹی ڈاکٹر بن جائے گی۔ اور ہاں جب صالحہ نے میٹرک کیا تھا' تب میری ماں کی شادی ہوگئی تھی۔ ان کے بعد نانا جی کے پاس شاہ نواز ماموں اور چھوٹی خالہ تھیں۔ ان دونوں کی تعلیم پر بھی نانا جی دھیان دے رہے تھے' لیکن ان کی زیادہ توجہ صالحہ کی طرف تھی۔ ہر ہفتے اس سے ملنے جاتے اور مہینے میں ایک بار اسے گھر لے آتے تھے۔

پھر ایک دن ایسا ہوا کہ نانا جی اس سے ملنے گئے تو وہ کالج میں نہیں تھی۔ وارڈن سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ دو دن پہلے چھٹی لے کر گھر گئی ہے۔ اس بات سے نانا جی پریشان ہوگئے۔ پھر اس کی سہیلیوں سے پتا کیا تو معلوم ہوا کہ اس سے روزانہ ایک لڑکا ملنے آتا تھا' جسے وہ اپنا کزن بتاتی تھی اور دو دن پہلے وہ اسی کے ساتھ گئی تھی۔ اس کے بعد مہینوں نانا جی اس کے کالج جاتے رہے' لیکن وہ نہیں ملی۔" وہ خاموش ہوکر جانے کیا سوچنے لگا تھا۔

"کوئی حادثہ۔۔۔" اس نے اسی قدر کہا تھا کہ وہ بول پڑا۔

"نہیں کوئی حادثہ نہیں ہوا۔ اسے حادثہ نہیں کہتے' وہ باقاعدہ پلاننگ سے بھاگی تھی۔ نانا جی کی محبت اور اعتماد کا ناجائز فائدہ اٹھایا اس نے۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ اس کے اس اقدام سے نانا جی اور نانی اماں پر کیا گزرے گی' بے چارے زندہ درگور ہوگئے۔ اور جب یہ خبر پھیلی تو صرف نانا' نانی پر ہی نہیں اس کے باقی بھائی' بہنوں پر بھی زندگی تنگ ہوگئی۔ شاہ نواز ماموں گھر سے نکلتے تو لڑکے ایسے ایسے جملے کستے کہ بے چارے پریشان ہوکر یہاں سے چلے گئے۔ کچھ عرصہ شہر میں رہ کر کام سیکھا' پھر باہر نکل گئے۔ چھوٹی خالہ اسکول چھوڑ کر گھر بیٹھ رہیں اور میری ماں۔۔۔" وہ ہونٹ بھینچ گیا۔ اس کے چہرے پر کرب پھیل گیا تھا۔ وہ چاہنے کے باوجود ایک لفظ نہیں کہہ سکی۔

سینے میں سانس روکے ایک ٹک اسے دیکھے جارہی تھی' پھر کتنی دیر بعد وہ گویا ہوا۔

"سب سے زیادہ ظلم میری ماں پر ہوا۔ جرم اس نے نہیں کیا تھا۔ لیکن سزا اسے ملی جواب تک ختم نہیں ہوئی کہ میرا باپ ساری زندگی اسے بھاگی ہوئی بہن کے طعنے دیتا رہا اور یہی نہیں اس کے کہیں بھی آنے جانے پر پابندی لگادی' حتیٰ کہ میکے جانے اور ماں' باپ سے ملنے پر بھی۔۔۔ تم شاید یقین نہ کرو۔ اسی جگہ رہتے ہوئے برسوں سے میری ماں نے اپنے ماں' باپ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی نانا' نانی نے اپنی بیٹی کو۔ ان بے چاروں نے ایک نہیں دو بیٹیاں کھوئی ہیں۔ بھاگی ہوئی بیٹی کے لیے وہ شاید اتنا نہیں روتے جتنا میری ماں کے لیے تڑپتے ہیں۔

میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنی ماں کو چھپ چھپ کر روتے دیکھا۔ میرے پوچھنے پر وہ کبھی کوئی بات نہ کرتی' کبھی کوئی اصل بات تو مجھے بڑے ہونے پر ہی پتا چلی۔ اور اس دن سے میرے اندر ایک لاوا پکتا ہے صالحہ کے خلاف' میرا بس نہیں چلتا میں کیا کر ڈالوں' جب جب اپنی ماں کی ویران صورت دیکھتا ہوں میرا دل چاہتا ہے اس عورت کو ایسی سزا دوں جو اس روئے زمین پر کسی نے کسی کو نہ دی ہو۔" اس کے زہریلے لہجے میں ایسی انتقامی آگ بھڑک رہی تھی کہ وہ سہم کر رہ گئی۔

وہ خاموش ہوکر خود پر قابو پانے کی سعی کرنے لگا۔ پھر اس کی طرف دیکھے بغیر اٹھ کھڑا ہوا۔ "چلو۔۔۔"

وہ کسی روبوٹ کی طرح اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔

✲ ✲ ✲

اس نے بھی جب سے ہوش سنبھالا تھا اپنی مما کو چھپ چھپ کر روتے دیکھا تھا۔ لیکن بہت فرق تھا ان کے اور شاہ جہان کی اماں کے رونے میں۔ اور وہ یہ فرق جانتی تھی۔ جب ہی شاہ جہان سے بری طرح خائف ہوگئی تھی۔ اور فوری طور پر ڈاکٹر ابراہیم سے چھٹی لے کر کراچی اپنی مما کے پاس آگئی۔

"سامعہ! میری جان۔" صالحہ اسے اچانک دیکھ کر حیران ہونے کے ساتھ خوش بھی ہوئیں اور حیران بھی۔ "کل فون پر تو تم نے اپنے آنے کا نہیں بتایا تھا۔"

"بس آپ کو سرپرائز دینا چاہتی تھی۔" اس نے الگ ہوکر صالحہ کا چہرہ دیکھا۔ اور پھر ان سے لپٹ گئی۔ "آپ سے دور رہنا بہت مشکل ہے مما!"

"میں بھی تمہیں بہت مس کرتی ہوں بیٹا!" صالحہ نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور یوں دیکھنے لگیں جیسے ایک پل میں سب کچھ جان لینا چاہتی ہوں۔

"بہت مشکل ہے مما!" اسے خود اپنے لہجے میں مایوسی محسوس ہوئی تھی۔ پھر فوراً" سنبھل کر بولی۔

"لیکن ناممکن نہیں ہے مما!"

"اچھا چلو۔ پہلے تم شاور لے لو۔ میں تمہارے لیے چائے بناتی ہوں۔" صالحہ کو احساس ہوگیا کہ وہ ابھی سفر کرکے آئی ہے جب ہی اصل موضوع سے ہٹ گئیں۔ اس نے بھی فوراً" اپنے کمرے کا رخ کیا تھا۔

پھر رات میں جب وہ صالحہ کے پاس آکر لیٹی اس وقت تک صالحہ کا ضبط جواب دے چکا تھا۔

"بیٹا! مجھے اماں جی اور بابا کے بارے میں بتاؤ۔ ان کی صحت کیسی ہے۔ اور ان کی گزراوقات کیسے ہوتی ہے۔ تنگ تو نہیں ہیں؟"

"نہیں مما! کوئی تنگی نہیں ہے انہیں۔ ماشاء اللہ خوشحال ہیں' اور آپ نے ان کے گھر کا جو نقشہ بنایا تھا' ہے تو ویسا' لیکن اب بہت اچھا ہوگیا ہے۔ کچن اور باتھ اسٹائلش ہیں' برآمدے میں موزائک کا فرش بن گیا ہے۔ مزید ضروریات زندگی کی ہر چیز موجود ہے۔ یعنی واشنگ مشین' فریج' جوسر مشین وغیرہ۔ اور پیسے کی تنگی بھی نہیں ہے۔" وہ تفصیل سے بتاتے ہوئے آخر میں صالحہ کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"یہ سب کون کرتا ہے؟" صالحہ کا انداز سوچتا ہوا تھا۔

"شاہ نواز ماموں! وہ خود جدہ میں سیٹل ہیں' لیکن اپنے ماں' باپ سے غافل نہیں ہیں۔ باقاعدگی سے خرچ بھیجتے ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ آتے بھی ہیں اور اگر کسی وجہ سے نہ آسکیں تو ماں' باپ کو بلالیتے ہیں۔ انہیں حج بھی کراچکے ہیں۔"

"ماشاء اللہ' اللہ خوش رکھے اسے۔" صالحہ کو ڈھیروں اطمینان ہوگیا تھا۔ پھر قدرے رک کر پوچھنے لگیں۔

"اور میں۔۔۔ میرا مطلب ہے اماں جی اور بابا مجھے یاد کرتے ہیں۔ میرا نام لیتے ہیں؟" اس نے فوراً" جواب نہیں دیا' صالحہ کا ہاتھ ہاتھوں میں لے کر ہونٹوں سے لگایا' پھر کہنے لگی۔

"یاد تو ضرور کرتے ہوں گے مما! لیکن ظاہر نہیں کرتے۔ آپ کا نام بھی نہیں لیتے۔ اسی لیے تو میں

ابھی تک کچھ نہیں کر سکی۔ لیکن آپ مایوس نہ ہوں۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اور مجھے لگتا ہے انہیں مجھ میں آپ کی جھلک نظر آتی ہے۔ اماں جی تو کبھی بے اختیار میرا چہرہ تھام لیتی ہیں اور جس طرح دیکھے جاتی ہیں اس سے ہی لگتا ہے کہ وہ مجھ میں آپ کو دیکھ رہی ہیں۔"

"اچھا۔ پھر تو ایسے وقت میں تمہیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ۔۔۔" صالحہ نے تڑپ کر اسی قدر کہا تھا کہ وہ بول پڑی۔

"پوچھتی ہوں مما! ایک بار تو میں نے یہ بھی کہا کہ شاید آپ کو آپ کی بیٹی یاد آگئی ہے۔ اس پر انہوں نے اعتراف تو کیا' لیکن بڑی خالہ اور چھوٹی خالہ کا ذکر کرنے لگیں۔ آپ کا نام نہیں لیا۔"

"نہیں لیں گے وہ میرا نام' کبھی نہیں۔ بابا نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ میں ان کے لیے مر گئی۔ کاش میں سچ مچ مر جاتی۔" صالحہ رونے لگی تو وہ پریشان ضرور ہوئی' لیکن اس کا ذہن دوسری بات میں الجھ گیا تھا۔

"بابا نے ایسا کب کہا تھا؟ آپ کیا شادی کے بعد گئی تھیں ان کے پاس؟" اس نے پوچھا تو صالحہ نے چونک کر اسے دیکھا' پھر آنسو صاف کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"میں شاید تمہیں یہ بتانا بھول گئی کہ تمہارے پاپا کی ڈیتھ کے بعد میں وہاں گئی تھی۔ تب بابا نے کہا تھا کہ میں جہاں سے آئی ہوں واپس وہیں چلی جاؤں' اور مجھ پر اپنے دروازے بند کر دیے تھے۔"

"آپ پاپا کی ڈیتھ کے بعد کیوں گئیں' ان کے ساتھ کیوں نہیں گئیں؟" وہ افسوس سے بولی تھی۔

"سوچا تو میں نے ایسا ہی تھا کہ میں شادی کے بعد ہارون کو سب بتا دوں گی کہ میرا تعلق ایک چھوٹے سے قصبے سے ہے' جہاں میرے ماں' باپ' بہن' بھائی رہتے ہیں۔ ہارون بہت اچھے تھے۔ انہیں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ میں غریب گھر کی لڑکی ہوں۔ لیکن تمہاری دادی بہت سخت تھیں۔ وہ اول تو اس بات کے حق میں ہی نہیں تھیں کہ ہارون مجھ سے شادی کریں' جب ہی تو ہم نے کورٹ میرج کی تھی۔ پھر مجبوراً" تمہاری دادی نے مجھے قبول تو کر لیا' لیکن بات بات پر طعنے مار دیتی تھیں' یہاں تک کہتیں کہ میں کسی گندی نالی کا کیڑا ہوں۔ میں ان سے بہت ڈرتی تھی۔ میرے اندر یہ خوف بیٹھ گیا تھا کہ اگر انہیں واقعی یہ پتا چل گیا کہ میں غریب گھر کی لڑکی ہوں تو وہ مجھے نکال باہر کریں گی۔ وہ غریبوں سے ایسی ہی نفرت کرتی تھیں۔ اور گو کہ تمہارے پاپا مجھے بہت سپورٹ کرتے تھے۔ پھر بھی میں نے انہیں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ بس سوچتی ہی رہ گئی۔" صالحہ پرسوچ انداز میں بولتے ہوئے کھو سی گئی تھیں۔

اس نے قصداً" انہیں نہیں ٹوکا' خاموشی سے انتظار کیا۔ کتنی دیر بعد صالحہ پھر گویا ہوئیں۔

"پھر تم پیدا ہوئیں تو تمہارے پاپا جتنے خوش تھے تمہاری دادی اسی قدر ناراض کہ بیٹی کیوں ہوئی' بیٹا کیوں نہیں ہوا۔ اس پر تمہارے پاپا پہلی بار اپنی ماں سے الجھے تھے۔ اور کہا کہ انہیں بیٹی ہی کی خواہش تھی۔ اللہ نے ان کی خواہش پوری کر دی' وہ ہر موقعے پر اسی طرح میرے سامنے ڈھال بن جاتے تھے۔ لیکن کاتب تقدیر کو شاید یہ منظور نہیں تھا۔ اسے میری لغزش کی مجھے سزا دینی تھی کہ تمہاری پیدائش کے تین مہینے بعد تمہارے پاپا روڈ ایکسیڈنٹ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے بعد میرے لیے اس گھر میں جگہ نہیں رہی۔ تیسرے دن ہی تمہاری دادی نے ہمیں نکال باہر کیا۔ تب اس وقت میری سمجھ میں یہی آیا کہ مجھے اپنے ماں' باپ کے پاس جانا چاہیے اور میں چلی گئی' لیکن وہاں اس وقت چھوٹی بہن زبیدہ کی شادی ہو رہی تھی۔ گھر میں کافی مہمان تھے۔ بابا نے مجھے دروازے ہی میں روک لیا تھا اور کہا تھا۔"

"تمہارے لگائے ہوئے بدنامی کے داغ کو وقت نے کچھ دھندلا دیا ہے۔ اگر تم سامنے گئیں تو دھند چھٹ جائے گی۔ پھر اسی بات کے چرچے ہوں گے تو جانتی ہو کیا ہوگا۔ دروازے پر آئی زبیدہ کی بارات لوٹ جائے گی۔ نہیں' تم چلی جاؤ' اس سے پہلے کہ کوئی

تمہیں دیکھے تم چلی جاؤ۔ میں نے اور تمہاری اماں جی نے تمہاری طرف سے اپنے دل پر پتھر رکھ لیا ہے۔ تم مر گئی ہو ہمارے لیے' جاؤ چلی جاؤ۔"

رحمت الٰہی کی باتیں دہراتے ہوئے صالحہ کی آنکھوں سے ایک تواتر سے آنسو گر رہے تھے اور اس کا دل رو رہا تھا۔

"میں انہی پیروں وہاں سے لوٹ آئی۔" صالحہ کی آنسوؤں میں بھیگی آواز پر اس کی سماعتوں میں اترنے لگی۔ "اس کے بعد اکثر میں سوچتی کہ اس وقت زبیدہ کی شادی کی وجہ سے بابا مجبور ہوں گے' جب ہی مجھے گلے نہیں لگا سکے۔ مجھے پھر جانا چاہیے' لیکن ہمت نہیں ہوئی' ہمیشہ میری کم ہمتی میرے آڑے آتی رہی اور ایسی کہ میں ڈر جاتی تھی۔ جب ہارون میری زندگی میں آئے تو وہ اکثر مجھ سے پوچھتے تھے کہ میں کون ہوں' کہاں سے آئی ہوں' لیکن میں نے سچ نہیں بتایا' کیونکہ ان کا تعلق امیر گھرانے سے تھا۔ اور مجھے ڈر تھا کہ میری غریبی جان کر کہیں وہ مجھے چھوڑ نہ دیں۔ پھر جب ہارون شادی پر زور دینے لگے تب میں گھر میں بات نہیں کر سکی۔ اس ڈر سے کہ بابا کا مجھ پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور وہ میرا کالج چھڑا کر مجھے گھر بٹھا لیں گے۔ پھر میں ہارون سے کبھی نہیں مل سکوں گی۔ بس اسی خیال نے میرے حوصلے پست کر دیے۔ میں ہارون کو کسی صورت نہیں کھونا چاہتی تھی۔ جب ہی سارے ڈر ایک طرف رہ گئے اور انہیں کھونے کا ڈر سب پر حاوی ہو گیا۔ اور میں نے وہ قدم اٹھا لیا جس نے پھر مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔ یہی ہونا چاہیے تھا میرے ساتھ۔ ماں' باپ کے اعتماد کو دھوکا دینے والی لڑکیاں کبھی سکھی نہیں رہ سکتیں۔ کبھی نہیں۔" صالحہ بری طرح ٹوٹ رہی تھیں۔ اس سے اب برداشت نہیں ہوا۔

"بس کریں مما! نہ خود کو ہلکان کریں۔ بھول جائیں سب جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب آگے ان شاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔"

"پتا نہیں بیٹا! میری تو آس ہی ٹوٹ گئی۔ شاید ابھی میری سزا ختم نہیں ہوئی۔" آنسو پونچھتے ہوئے صالحہ کے لہجے میں حد درجہ مایوسی تھی۔

"کوئی سزا وزا نہیں ہے۔ اللہ بڑا مہربان اور معاف کرنے والا ہے۔ ٹھیک ہے آپ سے غلطی ہوئی' لیکن پھر آپ اس پر نادم بھی تو ہوئیں۔ معافی وہاں نہیں ملتی جہاں بندہ غلطی پر اڑ جاتا ہے۔ بس اب آپ سارے ڈر خوف دل سے نکال دیں۔ میں نے کہا نا آگے اچھا ہوگا تو اچھا ہی ہوگا۔" اس نے صالحہ کو بہت ساری تسلیاں دے کر سلا دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ نہا کر نکلی تو بیڈ پر رکھا اس کا سیل فون بج رہا تھا۔ شاہ جہان کے نام کی مخصوص ٹیون تھی۔ اس نے بھاگ کر سیل اٹھا لیا۔

"ہیلو۔۔۔"

"بڑی بے مروت ہو۔ بنا بتائے چلی گئیں۔ ایسی کیا ایمرجنسی تھی؟" شاہ جہان نے چھوٹتے ہی شکوہ کیا۔

"وہ اصل میں میری مما کا فون آگیا تھا۔ اتفاق سے بس کی ٹائمنگ وہی تھی۔ اس لیے میں فوراً" نکل پڑی۔" اس نے سہولت سے بات بتائی' پھر بھی اس نے ٹوک دیا۔

"عجیب لڑکی ہو۔ بس نکل جاتی تو میں لے جاتا اپنی گاڑی میں۔"

"ہاں یہ تو مجھے خیال ہی نہیں آیا۔ خیر اچھا ہوا تم زحمت سے بچ گئے۔" وہ قصداً" کھلکھلائی تھی۔

"زحمت۔ اتنا خوبصورت چانس تم نے مس کروا دیا۔" اس کی جھنجلاہٹ پر وہ محظوظ ہوئی تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ واپس کب آؤ گی' میں لینے آجاؤں۔" وہ بے قراری سے بولا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں' میں اتنی جلدی واپس نہیں آؤں گی۔ پورے دو ہفتے کی چھٹی لے کر آئی ہوں۔" اس نے کہا تو وہ چیخ پڑا۔

"دو ہفتے۔ یہاں دو پل گزارنا مشکل ہیں۔"

"کیا واقعی۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"کیوں تمہیں میری محبت پر یقین نہیں ہے؟" شاہ جہان کے لہجے میں ہلکا سا شکوہ در آیا تھا۔

"ہے تو۔۔۔" اس کا دل کسی خیال سے ڈوبنے لگا تھا۔

"پھر یہ بھی یقین رکھو کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا' بس "فوراً" آجاؤ۔" اس کے لہجے میں بلا کا مان تھا۔

"آجاؤں گی' جلدی آجاؤں گی۔" اس نے صالحہ کو آتے دیکھ کر دھیرے سے کہا اور سیل آف کر دیا۔

"کس کا فون تھا؟" صالحہ نے یونہی پوچھ لیا۔

"شاہ جہان کا۔" اس نے صاف گوئی سے بتایا تو صالحہ حیرت آمیز خوشی سے بولیں۔

"شاہ جہان' آپا کا بیٹا!" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں نے اسے ایک سال کا دیکھا تھا۔ اب تو ماشاء اللہ جوان ہو گا۔ کیسا ہے اور آپا کے بارے میں تو تم نے بتایا ہی نہیں۔ شاہ جہان کے علاوہ اور کتنے بچے ہیں ان کے؟" صالحہ نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ایک بٹی ہے پروین۔ اس کی شادی ہونے والی ہے۔" وہ بتا کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی اور کنگھی اٹھا کر بال سلجھانے لگی۔

"ماشاء اللہ۔ آپا تو آج کل اس کی شادی کی تیاریوں میں لگی ہوں گی' کیسی ہیں وہ؟ اپنے گھر میں خوش تو ہیں نا؟" صالحہ کا اشتیاق ہنوز برقرار تھا۔

"جی۔۔۔"

وہ اندر سے خائف ہو گئی کہ اگر صالحہ کو یہ پتا چل جائے کہ ان کی وجہ سے ان کی بڑی بہن بھی اپنے ماں' باپ سے دور ہو گئی ہے تو جانے ان پر کیا بیتے گی۔

"شکر ہے۔ اور ہاں شاہ جہان کیا کہہ رہا تھا؟"

"میری واپسی کا پوچھ رہا تھا۔" صالحہ آئینے میں اسے دیکھنے لگی تو وہ سمجھ گئی اس کی ماں کیا جاننا چاہتی ہے۔ اور وہ اس کی طرح کم ہمت نہیں تھی۔ کنگھی رکھ کر ان کے پاس آکر بولی۔

"مما! مجھے شاہ جہاں اچھا لگتا ہے اور وہ بھی مجھے پسند کرتا ہے۔ لیکن میں آپ کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گی۔" صالحہ کچھ نہیں بولیں' خاموشی سے اسے دیکھے گئیں تو وہ الجھ گئی۔

"آپ چپ کیوں ہو گئیں۔ اگر آپ ایسا نہیں چاہتیں تو میں پیچھے ہٹ جاؤں گی۔"

"نہیں بیٹا!" صالحہ نے ایک دم اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے لیا۔ "میں ایسا کیوں نہیں چاہوں گی۔ میرے لیے تو اس سے اچھی کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔ تم اور شاہ جہان' میرے خدا! میں ایسا کیوں نہیں سوچ سکی۔ اب تو میں یہی دعا کروں گی اللہ تم دونوں کی جوڑی ملا دے۔ اور تم دونوں بہت خوش رہو۔"

صالحہ یوں خوش ہو رہی تھیں' جیسے انہیں اپنی کھوئی ہوئی جنت مل گئی ہو۔ جبکہ اس کی سماعتوں میں شاہ جہان کی زہر میں ڈوبی آواز گونجنے لگی تھی۔

"میرا بس نہیں چلتا' میں کیا کر ڈالوں' جب جب اپنی ماں کی ویران صورت دیکھتا ہوں میرا دل چاہتا ہے اس عورت کو ایسی سزا دوں جو اس روئے زمین پر کسی نے کسی کو نہ دی ہو۔"

"تم نے شاہ جہان کو بتا دیا ہے کہ تم میری بیٹی ہو؟ یعنی اس کی خالہ کی بیٹی؟" صالحہ پوچھ رہی تھی' وہ بڑی دقتوں سے خود کو سنبھال پائی۔

"نہیں مما! ابھی تو نہیں بتایا۔"

"اسے تو بتا دو۔ ہو سکتا ہے وہ اماں جی اور بابا کو میرے حق میں ہموار کرنے میں کامیاب ہو جائے۔" صالحہ نے اس کے ہاتھ تھام کر کہا۔

"آپ فکر کیوں کرتی ہیں مما! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس تھوڑا انتظار کریں۔ صبر کے ساتھ۔"

"اب صبر نہیں ہوتا بیٹا! اب تو دل چاہتا ہے بس پلک جھپکتے میں اماں جی اور بابا کے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"ابھی تو مجھے جلدی پہنچنا ہے مما!" وہ صالحہ کا دھیان بٹانے کی سعی میں بلا ارادہ کہہ گئی۔ پھر اپنی بات سنبھالنے کی غرض سے کہنے لگی۔ "وہ اصل میں پروین کی شادی ہے نا اگر میں اس کی شادی میں شریک نہ ہوئی تو شاہ جہان بہت ناراض ہو گا۔"

"وہ ناراض نہ ہو تب بھی تمہیں شادی میں ضرور شرکت کرنی چاہیے۔ کاش میں بھی جا سکتی۔" وہ پھر اداس ہونے لگیں تو اس نے فوراً" ان کا دھیان بٹا دیا۔

"ابھی تو مجھے شاپنگ بھی کرنی ہے مما! آپ مارکیٹ چلیں گی؟"

"ہاں۔ پروین کے لیے بھی ایک دو سوٹ لے لوں گی۔ تم گفٹ دے دینا۔"

"ٹھیک بات ہے۔ پھر کل چلیں گے۔" وہ کہہ کر وارڈروب کی طرف بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ دو ہفتے کی چھٹی لے کر آئی تھی تو اس سے پہلے واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ لیکن شاہ جہان صبح شام فون کر کے اس کی واپسی پر اتنا اصرار کر رہا تھا کہ وہ مجبور ہو گئی اور ابھی چار دن کی چھٹی باقی تھی کہ وہ واپس آگئی۔ اماں جی اور رحمت الٰہی اس کے آنے پر بے حد خوش ہوئے۔

کتنی دیر اماں جی اسے اپنے ساتھ لپٹائے بار بار ایک ہی بات دہراتی رہیں۔

"میں یہ سوچ کر پریشان ہو جاتی تھی کہ پتا نہیں تم آؤگی بھی کہ نہیں۔"

"اگر مجھے نہ آنا ہوتا اماں جی! تو میں آپ کو بتا کر جاتی۔" اس نے کہا تو رحمت الٰہی ہنس کر بولے۔

"میں اس بے وقوف کو یہی سمجھا تا تھا۔"

"اماں جی بے وقوف نہیں ہیں بابا! ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مجھ سے کچھ زیادہ ہی محبت کرنے لگی ہیں۔" اس نے کہتے ہوئے اماں جی کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

تب ہی حنا چائے لے کر آگئی اور کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"میں آپ سے جیلس ہونے لگی ہوں۔"

"کیوں؟" اس نے فوراً" ٹوکا۔

"آپ نے میرے نانا' نانی پر قبضہ جو جما لیا ہے۔ نانی اماں تو ہر وقت آپ ہی کی باتیں کرتی ہیں۔"

"میں بھی ان کی خاطر جلدی آگئی ہوں' ورنہ ابھی میری چھٹیاں باقی تھیں۔" اس نے کہا تو حنا برجستہ بولی۔

"اس کا مطلب ہے دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی۔" وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

پھر اگلے دن ہی اس نے اپنی ڈیوٹی جوائن کر لی۔ گھر بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا پھر اسے شاہ جہان سے بھی ملنا تھا۔ گو کہ وہ اس سے خائف ہو گئی تھی اور ابھی بھی اسے یہ خدشہ تھا کہ کہیں اس کی حقیقت جان کر وہ اس سے منہ موڑ کر نہ چلا جائے۔ پھر بھی شام میں جب وہ اسے لینے آیا تو وہ اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔

"کیا بات ہے تم اتنی چپ چپ کیوں ہو؟" تمام راستہ وہ اس کی خاموشی محسوس کرتا آیا تھا۔

"میں سوچ رہی تھی کہ یونہی ساتھ چلتے چلتے کہیں بیچ راہ میں تم مجھے چھوڑ نہ جاؤ۔" اس نے اپنا خدشہ بیان کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیا تھا۔

"ارے۔" وہ ذرا سا ہنسا تھا۔ "چھوڑ کر خود چلی گئی تھیں۔"

"یہ جانا آنا تو لگا ہی رہے گا۔ میں زندگی کے سفر کی بات کر رہی ہوں۔" اس نے اپنے ناخن دیکھتے ہوئے کہا۔

شاہ جہان اس کا چہرہ دیکھنے لگا' جس پر اس کے اندرونی خدشے کی پرچھائیں لرز رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے چند دن دور رہ کر تم ایسی ہی فضول باتیں سوچتی رہی ہو۔ سنو ایسا کبھی گمان بھی مت کرنا۔ شاہ جہان کی زندگی میں تم سے پہلے کوئی لڑکی آئی ہے نہ تمہارے بعد کوئی آسکتی ہے' سمجھیں۔" شاہ جہان نے اس کا ہاتھ تھام کر دبایا تو مسکرانے کی کوشش میں اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔

"کیا بے وقوفی ہے۔ کیوں اتنی حساس ہو رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔۔۔" وہ انگلی سے بھیگی پلکیں صاف کرنے لگی۔

"نہیں' تمہیں بتانا پڑے گا۔" شاہ جہان کا لہجہ مستحکم تھا۔

"کیا بتاؤں' بس تم سے دور جا کر احساس ہوا کہ میں

تم سے دور نہیں رہ سکتی۔ اور پھر یہ خیال آیا کہ اگر خدانخواستہ کسی موڑ پر ہمیں الگ ہونا پڑا تو۔"

"کیوں الگ ہونا پڑا۔ ایسا کوئی موڑ نہیں آئے گا۔" وہ اس کی بات کاٹ گیا۔ "خوامخواہ کے واہمے پال لیے ہیں تم نے۔"

"کیوں تمہیں ایسا خیال نہیں آتا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے اپنی محبت پر بھروسہ ہے۔ بس پروین کی شادی ہو جائے' پھر میں اماں' ابا سے تمہاری بات کروں گا۔" اس نے کہا' تب اسے اس کے ابا کا خیال آیا' نادم ہو کر بولی۔

"سوری۔ میں تمہارے ابا کی طبیعت کا پوچھنا تو بھول ہی گئی۔ کیسے ہیں وہ؟"

"پہلے سے کافی بہتر ہیں۔ چلنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔"

"ایکسر سائز کروا رہے ہو انہیں؟"

"باقاعدگی سے نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ یہ تمہارا کام ہے۔ اور دیکھو شادی کے بعد بھی جس کا جو کام ہو گا وہی کرے گا۔ بس کبھی کوئی مجبوری ہوئی تو۔"

"میں تمہاری کوئی مجبوری قبول نہیں کروں گی۔" وہ جلدی سے کہہ کر بارہ دری کی سیڑھیاں پھلانگ آئی تو ہنستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

☼ ☼ ☼

اگلے دن وہ اسپتال سے سیدھی اس کے گھر چلی آئی۔ اس گھر کے مکین بھی اس سے کافی مانوس ہو گئے تھے' اور وہ تو کیونکہ اس گھر سے اپنا تعلق جانتی تھی' اس لیے کوئی تکلف نہیں کرتی تھی۔ بہرحال اس وقت شاہ جہان گھر پر نہیں تھا' پتا نہیں آفس سے ہی نہیں آیا تھا یا آ کر کہیں چلا گیا تھا۔ اسے خود سے پوچھنے میں جھجک آڑے آ رہی تھی۔ البتہ نظریں مسلسل اسے کھوجتی رہیں۔

جب وہ اس کے ابا کو ایکسر سائز کروا رہی تھی' تب بھی اور اب لاؤنج میں خالہ اور پروین کے ساتھ چائے پیتے ہوئے بھی اس کی نظریں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔

"تمہاری امی ٹھیک ہیں۔" خالہ نے پوچھا تو اس نے چونک کر پہلے خود کو سرزنش کی' پھر کہنے لگی۔

"جی۔ آپ سب کو سلام کہہ رہی تھیں۔ میں نے آپ سب کے بارے میں تفصیل سے بتایا ہے انہیں۔"

"اچھا۔ وعلیکم السلام۔ انہیں بھی لے آتیں!"

"آئیں گی کبھی۔" وہ کہہ کر بات بدل گئی۔ "اور آپ نے شادی کی سب تیاری کر لی؟"

"ہاں۔ شکر ہے سب کام ہو گئے۔ کل سے مہمان آنا شروع ہو جائیں گے۔ تم بھی یہیں آ جانا۔ لڑکیوں کے ساتھ دل لگا رہے گا تمہارا۔" انہوں نے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرائی' پھر پوچھنے لگی۔

"کیا باہر سے مہمان آ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ پروین کے چاچا' چاچی لاہور سے آئیں گے۔ پھوپھیاں ساتھ والے گاؤں سے اور میری بہن بھی آئے گی' حنا کی امی۔ سب یہیں رہیں گے۔"

"پھر تو کافی رونق ہو جائے گی۔"

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں تم بھی آ جانا۔"

"میں آتی رہوں گی۔" وہ مسکرا کر بولی' پھر اجازت لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

پروین اسے دروازے تک چھوڑنے آئی تھی۔ وہ اسے الوداعی ہاتھ ہلا کر اپنے راستے پر چل پڑی۔ اور ابھی تھوڑا فاصلہ طے کیا تھا کہ گلی کے موڑ سے نکل کر شاہ جہان سامنے آ گیا۔

"تم کہاں آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہو؟" اس نے قدرے شوخی سے ٹوکا۔ شاہ جہان نے چہرے پر مصنوعی خفگی سجائی۔

"میں تمہیں آوارہ گرد لگتا ہوں۔"

"لگتے تو پتا نہیں کیا کیا ہو' خیر چھوڑو' یہ بتاؤ ابھی کہاں جا رہے ہو؟" اس نے کسی خیال سے پوچھا تھا۔

بھا تو گھر رہا تھا۔ لیکن چلو پہلے تمہیں چھوڑ دوں۔" شاہ جہان نے جواب کے ساتھ اسے چلنے کا اشارہ کیا' پھر پوچھنے لگا۔ "تم کہاں سے آ رہی ہو؟"

"تمہارے گھر سے۔ انکل کو ایکسر سائز کروائی' پھر کچھ دیر آنٹی اور پروین کے ساتھ بیٹھی' اب گھر جا رہی ہوں۔ اور ہاں آنٹی بتا رہی تھیں' کل سے تمہارے ہاں مہمان آنے شروع ہو جائیں گے تو کیا اماں جی اور بابا بھی۔" اس نے قصداً" بات ادھوری چھوڑ دی۔ شاہ جہان سمجھ گیا تھا۔ پھر بھی خاموش رہا' تو قدرے توقف سے وہ پھر پوچھنے لگی۔

"اماں جی اور بابا شادی میں بھی شریک نہیں ہوں گے؟"

"نہیں۔" شاہ جہان نے مختصر جواب پر اکتفا کیا۔

"کیوں نہیں۔ کم از کم خوشی کے موقع پر تو رنجشیں بھلا دینی چاہئیں۔ تم نے اپنے ابا کو کنوینس کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں۔ ابا پہلے ہی مجھ سے اس بات پر نالاں رہتے ہیں کہ میں نانا جی کے گھر کیوں جاتا ہوں۔ خیر چھوڑو' کوئی اور بات کرو۔"

وہ اس موضوع سے تنگ پڑنے لگا تھا۔ اور اس کے پاس اس وقت کوئی اور بات نہیں تھی' جب ہی خاموشی اختیار کر لی۔ پھر وہ جانتی تھی کہ وہ اسے باہر ہی سے چھوڑ کر چلا جائے' لیکن وہ جانے کس سوچ میں تھا اس کے ساتھ ہی اندر چلا آیا تو پہلے حنا سے سامنا ہو گیا۔

"ہو ہو! یہ آپ دونوں کہاں سے آ رہے ہیں۔" حنا کے انداز میں شرارت اور معنی خیزی تھی۔

وہ کچھ گھبرا کر شاہ جہان کو دیکھنے لگی۔ تب وہ چونکنے کے ساتھ ہی روڈ ہو گیا۔

"تمہیں کیا' کہیں سے بھی آ رہے ہوں۔"

"ہاں مجھے کیا؟" حنا کندھے اچکا کر اندر چلی گئی۔ تو وہ اسے دیکھ کر بولا۔

"ذرا ذرا سی بات پر گھبرا کیوں جاتی ہو۔ کانفیڈنس کتنا ہے تم میں۔"

"بہت ہے۔ لیکن میں یہاں کسی کو شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتی۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ جانتی تھی شاہ جہان کا گھر مہمانوں سے بھرا ہو گا' پھر بھی اس کے ابا کو ایکسر سائز کروانے کی غرض سے چلی آئی تھی۔ اصل میں تو اس کا مقصد کچھ اور تھا' جو اتنے مہمانوں کی موجودگی میں اسے پورا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر اماں نے بھی کہہ دیا کہ شادی تک یہ کام رہنے دو۔ جس سے وہ مزید مایوس ہو گئی۔

"ٹھیک ہے آنٹی! لیکن ابھی مجھے ان کا چیک اپ کرنا ہے۔" دوسری بات اچانک اسے سوجھ گئی تھی۔

"اگر ضروری ہے تو کر لو۔"

"جی بہت ضروری ہے۔" وہ فوراً" بولی تھی۔

"چلو میں مہمانوں کو دوسرے کمرے میں بھیج دیتی ہوں۔ وہ کہہ کر بیڈ روم میں چلی گئیں۔ پھر کچھ دیر بعد واپس آ کر اسے جانے کو کہا تو وہ دل ہی دل میں شکر کرتے ہوئے ان کے بیڈ روم میں آ گئی۔

"السلام علیکم۔"

"خوش رہو۔ بھئی اب تو میں کافی ٹھیک ہو گیا ہوں۔" ابا نے دعا دے کر کہا۔

"بالکل ٹھیک تو نہیں ہوئے نا۔ اس لیے ابھی آپ کو ٹریٹ منٹ کی ضرورت ہے۔" وہ کہتے ہوئے بیڈ کے قریب چیئر پر بیٹھ گئی۔

باکس سے بی پی اپریٹس نکال کر پہلے ان کا بی پی چیک کیا۔ پھر چلنے پھرنے میں احتیاط کی ہدایت اور دوا وقت پر اور باقاعدگی سے لینے کو کہا۔

"یہ تم اپنی آنٹی سے کہو۔ وہی دوا کھلاتی ہیں مجھے۔" انہوں نے کہا تو وہ بی پی اپریٹس لیتے ہوئے بولی۔

"ان سے بھی کہہ دوں گی۔ ابھی تو مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو۔"

"لو میری اجازت کی کیا ضرورت ہے۔" وہ ہنسے

لگے۔ پھر اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔ "کیا کہنا ہے؟"

"میں۔۔۔ مجھے یہ کہنا ہے کہ پروین کی شادی ہو رہی ہے۔ یعنی آپ کے گھر کی پہلی خوشی ہے تو اس خوشی میں آپ کو سب کو شریک کرنا چاہیے۔" اس نے ڈرتے ڈرتے اور کچھ رک رک کر کہا۔ ان کی پیشانی پر یکلخت شکنیں پڑ گئی تھیں۔

"اگر تم ان لوگوں کی بات کر رہی ہو جن کے ساتھ تم رہ رہی ہو تو یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ اس گھر میں نہیں آ سکتے۔"

"آپ بااختیار ہیں انکل! لیکن کبھی آپ نے سوچا کہ انہیں اور اپنے بیوی بچوں کو کس بات کی سزا دے رہے ہیں آپ۔ جرم کوئی کرے سزا کسی کو ملے یہ تو کوئی انصاف نہیں ہے۔" اس نے جی کڑا کر لیا تھا' آر یا پار۔

"یہ میرے گھر کا معاملہ ہے لڑکی! تمہیں اس میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" صاف لگ رہا تھا کہ وہ خود پر ضبط کر رہے ہیں۔

"بے شک! مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا۔ لیکن کہیں کچھ غلط ہو رہا ہو تو کیا آپ منہ موڑ کر چل پڑیں گے' نہیں' یہ انسانیت نہیں ہے۔ آپ کو رکنا ہے' دیکھنا ہے اور غلطی کرنے والے کو احساس بھی دلانا ہے۔"

"تو تم مجھے میری غلطی کا احساس دلانا چاہتی ہو؟" انہوں نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا۔

"نہیں انکل! میں تو صرف آپ کو آپ کی وفادار اور خدمت گزار بیوی کا احساس دلانا چاہتی ہوں۔ جنہوں نے آپ کے حکم سے کبھی سرتابی نہیں کی' جو آپ نے کہا مان لیا۔ خواہ ان کا اپنا دل خون ہوتا رہا۔ لیکن حرف شکایت زبان پر نہیں لائیں۔"

"میں نے اسے کوئی کمی نہیں دی۔" وہ ہٹ دھرمی سے بولے۔

"پھر بھی ان کا دل خالی ہے۔ یہ مادی آسائشیں اپنی جگہ' کبھی آپ نے ان کا درد جاننے کی کوشش نہیں کی۔ میں آپ کو فورس نہیں کر سکتی' لیکن آپ سوچیے ضرور کہ ایک جیتی جاگتی انسان کو آپ نے زندہ لاش بنا دیا ہے۔ معاف کیجیے گا انکل! اس زیادتی کا آپ کو اللہ کے ہاں جواب دینا پڑے گا۔" وہ بات ختم کر کے اٹھ کھڑی ہوئی' پھر جاتے جاتے رک گئی۔

"جو رضائے الٰہی سے داغ مفارقت دے جائیں ان پر صبر آ جاتا ہے۔ لیکن زندوں پر صبر نہیں آتا۔ یہاں مجھے یہ کہنا پڑے گا۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کے ماں' باپ نہیں ہیں۔" اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے باہر نکل آئی تھی اور ایسے ہی تیز قدموں سے اس نے راستہ طے کیا تھا۔

یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب سے دور بھاگ جانا چاہتی ہو۔ شکستگی کا احساس لیے جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو وہاں زبیدہ خالہ' عمیر کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ وہ بے اختیار بھاگ کر ان سے لپٹ گئی۔ اس کا دل رونے کو چاہ رہا تھا۔ لیکن یکدم احساس ہونے پر پریشان ہو گئی۔

"سوری۔ مجھے لگا جیسے میری امی آئی ہیں۔"

"تو کیا ہوا' تمہاری امی کی طرح ہی ہوں۔" زبیدہ خالہ نے کہتے ہوئے اب خود سے اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لپٹا لیا' تو حنا چیخ مار کر بولی۔

"اف۔ یہ ڈاکٹرنی نہیں جادوگرنی ہیں۔ سب کو اپنا بنا لیتی ہیں۔ عمیر تم ہوشیار رہنا۔"

"کیوں۔ مجھے تو یہ باجی اچھی لگتی ہیں۔" عمیر نے کہا وہ خوش ہو گئی' پھر حنا کو دیکھ کر بولی۔

"اسے محبت کہتے ہیں۔"

"کیا ہے۔" حنا کا لاپروا انداز اسے اچھا لگتا تھا۔ ہنستے ہوئے اس کے بازو میں چٹکی لیتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور زبیدہ سے مخاطب ہوئی۔

"خالہ! آپ کو کھانے میں کیا پسند ہے۔ ابھی میں آپ کی پسند کا کھانا بناؤں گی۔ اور عمیر تم بھی اپنی پسند بتاؤ؟"

"مجھے فرائیڈ رائس پسند ہیں۔" عمیر نے فوراً بتا دیا۔

"اور خالہ آپ۔۔۔؟"

"بیٹا! میں سب کھا لیتی ہوں۔" زبیدہ خالہ نے سادگی سے کہا۔

"پھر بھی۔۔۔ اور اماں جی سے بھی پوچھ لیں۔" حنا کے شاکی انداز پر وہ اسے دیکھنے لگی۔

"ہاں بتاؤ۔"

"رہنے دیں۔ بہت محنت کرنی پڑے گی۔"

"میں محنت سے نہیں گھبراتی۔"

"پتا ہے۔ ویسے اس وقت آپ کو کوکنگ کا کیا شوق چرایا ہے۔"

"بس دل چاہ رہا ہے۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل آئی۔

پھر رات تک اس نے خود کو مصروف رکھا تھا۔ کھانے کے بعد زبیدہ خالہ پروین کی شادی میں دینے کے لیے جو جوڑے اور گفٹ وغیرہ لائی تھیں' وہ نکال کر اماں جی کو دکھانے بیٹھ گئیں تب وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اسے بھی صالحہ نے پروین کے لیے دو سوٹ دیے تھے۔ وہ سوٹ کیس کھول کر دونوں سوٹ نکال لیے۔ پھر کل مہندی میں پہننے کے لیے ۔۔۔۔ سوٹ نکال رہی تھی کہ شاہ جہان کی پکار سنائی دی۔

"تایا جی!" وہ بے اختیار سوٹ کیس بند کر کے کمرے سے نکلتے ہی رک گئی۔ کیونکہ اس کی آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں۔ اس پر اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

شاہ جہان کے ساتھ اس کے ابا اور اماں بھی تھیں۔ جن کے قدم اس گھر کی دہلیز پر آ کر بے قابو ہو رہے تھے۔ لیکن کمال ضبط سے خود کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ مگر جب رحمت الٰہی کے سینے میں سمائیں تو یوں ٹوٹ کے بکھریں کہ سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ پھر یہی حال اماں جی کا ہوا۔

باقی سب آنکھوں میں آنسو لیے اپنی اپنی جگہ ساکت کھڑے تھے۔

سامعہ اپنی جگہ بے تاب ہو رہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا اس وقت اس کی مما بھی آ جائیں اور اماں جی' بابا ان کی خطا معاف کر کے انہیں بھی سینے سے لگا لیں۔ بہرحال لوگ جب آنسوؤں کا سیلاب تھم گیا' تب وہ الٹے پیروں دھیرے دھیرے پیچھے ہٹتے ہوئے آخر اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ خوش تھی کہ اس کی کسی بات سے شاہ جہان کے ابا کا دل پسیج گیا تھا اور وہ خود بیوی کو لے کر اماں جی اور بابا کے پاس آ گئے تھے۔ معافی بھی مانگی اور پروین کی شادی میں شرکت کی درخواست بھی کی تھی۔

صبح جب وہ اسپتال آنے کے لیے تیار ہو رہی تھی تب اسے گھر کی فضا بہت پررونق لگی تھی۔ اماں جی اور بابا بہت خوش تھے۔ اماں جی نے اسے جلدی آنے کی تاکید کی تھی' کیونکہ پروین کی مہندی میں جانا تھا۔ اور وہ بھولی تو نہیں تھی۔ لیکن مریض چھوڑ کر بھی نہیں آ سکتی تھی۔ یوں اپنے وقت پر ہی اس کی واپسی ہوئی تو سامنے دروازے پر تالا لگا دیکھ کر فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کرے۔

یہ تو وہ سمجھ گئی تھی کہ سب لوگ شاہ جہان کے گھر گئے ہوں۔ اگر اسے پتا ہوتا تو وہ بھی سیدھی وہیں چلی جاتی۔ اب واپس پلٹنا مشکل لگ رہا تھا۔ لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

اس نے مایوسی سے تالے پر نظر ڈالی' پھر چند قدم چلی تھی کہ شاہ جہان کی گاڑی قریب آن رکی' اور جیسے ہی اس نے شیشہ گرایا وہ فوراً پوچھنے لگی۔

"چابی تمہارے پاس ہے؟" شاہ جہان نے جیب سے چابی نکال کر اسے تھما دی۔

اور جب تک اس نے تالا کھولا وہ گاڑی بند کر کے آ گیا تھا۔ پھر اس کے ساتھ اندر آتے ہی سراہنے والے انداز میں کہنے لگا۔

"تم نے تو کمال کر دیا۔ ابا جیسے سخت دل اور غصہ ور شخص کو رام کر لیا' بھئی واہ۔ میں تو مان گیا تمہیں۔"

"کیوں پہلے نہیں مانتے تھے؟" اس نے مسکرا کر چھیڑا۔

"پہلے بھی مانتا تھا' اب اور زیادہ۔" اس نے کہا' پھر اچانک سنجیدہ ہو گیا۔ "میں نے اپنی زندگی میں آج پہلی

بار اپنی ماں کو خوش دیکھا ہے۔ وہ ہنس رہی ہیں' اور اس کا کریڈٹ تمہیں جاتا ہے۔ تم نے صرف میری ماں کو ہی نہیں ہم سب کو نئی زندگی دی ہے۔ میں تمہارا شکر گزار ہی نہیں احسان مند بھی ہوں۔ حقیقتاً" تم نے بڑا احسان کیا ہے مجھ پر۔ اس کے بدلے میں تم جو چاہو' کہو تو اسی وقت اپنی ہر سانس تمہارے نام لکھ دوں۔"

"تم اس وقت اموشنل ہو رہے ہو۔" اس نے یوں سرہلایا جیسے بس بھی کرو۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں سامعہ! تمہارے اس احسان کا بدلہ شاید میں کبھی نہیں چکا سکتا۔" اس نے کہا تو وہ اچانک ایک خیال کے تحت بول پڑی۔

"کیوں نہیں۔ بالکل چکا سکتے ہو۔"

"کیسے؟"

"بدلے میں مجھ پر احسان کر کے۔ حساب برابر ہو جائے گا۔" اس نے قصداً" ہلکا پھلکا انداز اختیار کیا تھا۔

"یہ تو ہے' لیکن میں تم پر کیا احسان کر سکتا ہوں؟" اس کی سنجیدگی ہنوز تھی۔ وہ ایک دم ہنس پڑی۔

"ابھی تو مجھ پر یہ احسان کرو کہ مجھے اماں جی اور بابا کا بتاؤ۔ انہوں نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟"

"ہاں۔ نانی اماں نے کہا ہے کہ تم اپنے کپڑے لے کر وہیں آجاؤ۔ یہاں اکیلے تو تم رہ نہیں سکتیں۔ اور سنو' رات بھی تمہیں وہیں رکنا ہے۔" شاہ جہان کی آنکھوں میں یکلخت ہلکی سی سرخی لہرائی تھی۔ وہ گھبرا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"وہاں کیسے رک سکتی ہوں۔ صبح مجھے اسپتال جانا ہے۔"

"کیوں چھٹی نہیں لے سکتیں دو' چار دن کی۔ میں خود صبح ڈاکٹر ابراہیم سے کہہ آؤں گا۔" وہ وہیں سے اونچی آواز میں بولا تھا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سوٹ کیس کھول کر شادی میں پہننے والے کپڑے بیگ میں رکھے' ایک سادہ سوٹ بھی رکھ لیا' پھر بیگ لے کر باہر آگئی۔

"چلو۔"

"چائے وائے نہیں بناؤ گی؟" وہ ابھی رکنا چاہتا تھا۔

"موڈ تو میرا بھی ہے' لیکن چلو تمہارے گھر پی لیں گے۔" اسے چائے بنانے کا سوچ کر کوفت ہوئی۔

"وہاں بہت مہمان ہیں' اور کچن میں کوئی چولہا بھی فارغ نہیں ہے۔" وہ کہتے ہوئے چیئر کھینچ کر آرام سے بیٹھ گیا۔

"تم بھی بس۔" اس نے جھنجلا کر بیگ رکھا اور کچن میں چلی گئی' پھر منٹوں میں چائے بنا کر لے آئی۔

"تھینک یو۔ تمہارے ساتھ چائے پینے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔" وہ اس کے ہاتھ سے مگ لیتے ہوئے بولا۔

"ہیں۔۔۔ اس سے پہلے تم نے کب میرے ساتھ چائے پی ہے؟" اس نے حیران ہو کر ٹوکا تو وہ ہنس کر بولا۔

"کہنے میں کیا حرج ہے۔" وہ سر جھٹک کر چائے پینے لگی' قدرے توقف سے وہ اسے متوجہ کر کے کہنے لگا۔

"سنو۔ میں سوچ رہا ہوں پروین کی شادی سے فارغ ہوتے ہی اماں' ابا کو لے کر تمہارے گھر چلتے ہیں۔"

وہ فوراً" کچھ نہیں بولی۔ پر سوچ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کیا ہوا کچھ غلط کہا میں نے؟" اس نے ٹوکا تو وہ چونک کر بولی۔

"نہیں۔ لیکن اتنی جلدی کیا ہے۔ میرا مطلب ہے ابھی تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"میرے لیے یہی کافی ہے کہ میں تمہیں جانتا ہوں۔ تمہیں چاہتا ہوں اور بس۔" وہ فوراً" بولا تھا۔

"تمہارے لیے تو بس۔" ٹھیک ہے' لیکن تمہارے والدین تو یقیناً" میرا گھر بھی دیکھنا چاہیں گے اور گھر والے بھی۔"

"گھر اور گھر والے۔" وہ سوچ میں پڑ گیا' پھر اسے دیکھ کر کہنے لگا۔ "عجیب بات ہے' میں نے کبھی تم سے پوچھا ہی نہیں کہ تمہارے گھر میں کون کون ہے۔ تمہارے فادر کیا کرتے ہیں۔ اور تمہارے بہن بھائی؟"

"میرے فادر نہیں ہیں اور نہ کوئی بہن بھائی۔ بس مما ہیں۔" اس نے بتایا تو پوچھنے لگا۔

"تمہاری مما وہاں کس کے ساتھ رہتی ہیں' آئی مین اپنے میکے یا سسرال۔"

"نہ میکے نہ سسرال' اکیلی رہتی ہیں' بہت بہادر ہیں میری مما!" وہ اچانک تفصیل سے بتانے پر آمادہ ہو کر کہنے لگی۔

"میرے فادر کی ڈیتھ اس وقت ہوئی جب میں تین مہینے کی تھی۔ اور ان کی ڈیتھ کے تیسرے دن میری دادی نے مما کو گھر سے نکال دیا تھا۔ تین مہینے کی بچی گود میں لیے مما اپنے میکے گئیں تو وہاں بھی ان کے لیے جگہ نہیں تھی۔ پھر وہ کچھ دن اپنی دوست کے پاس رہیں' اس کے بعد ایک کمرہ کرائے پر لے کر وہاں شفٹ ہو گئیں۔ اس وقت مما کی تعلیم انٹر بھی نہیں تھی۔ پھر میں بھی گود میں تھی' اس لیے جاب تو وہ کر ہی نہیں سکتی تھیں۔ یوں محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانے لگیں۔ ساتھ ساتھ سلائی بھی کر لیتی تھیں' اور سب سے اچھی بات یہ کہ انہوں نے اپنی تعلیم پھر سے شروع کر دی تھی۔ اسلامک اسٹڈیز میں ماسٹرز کیا اور ایک کالج میں لیکچرار ہو گئیں' ابھی بھی پڑھاتی ہیں۔"

"گریٹ۔۔۔" وہ جو پورے دھیان سے سن رہا تھا بے اختیار بولا تھا۔

"ہیں۔۔۔" اس نے چونک کر دیکھا تو مسکرا کر کہنے لگا۔

"تمہاری مما گریٹ خاتون ہیں۔ میں ضرور ان سے ملنا چاہوں گا' اور ہاں ایک بات سمجھ میں نہیں آئی تمہاری مما کے میکے والوں نے کیوں انہیں جگہ نہیں دی؟"

"یہ الگ داستان ہے' پھر کبھی سناؤں گی' ابھی تو پلیز چلو۔ اماں جی پتا نہیں کیا سوچیں گی۔" اس نے احساس دلایا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

☼ ☼ ☼

پروین کی شادی میں وہ اماں جی کے ساتھ ساتھ رہی تھی گو کہ سب اس کے اپنے تھے' لیکن وہ تو فی الحال سب کے لیے غیر تھی۔ اس لیے اس نے بہت احتیاط برتی تھی۔ بہرحال ولیمہ کے بعد وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ چلی گئی تھی۔ جس سے گھر کچھ سونا ہو گیا تھا۔ لیکن اماں جی اور بابا کو زیادہ شاید اس لیے محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ انہیں اپنی بڑی بیٹی مل گئی تھی۔

وہ اس میں خوش تھے۔ اس وقت بھی شاہ جہان اپنی اماں کے ساتھ آیا ہوا تھا۔ وہ چائے لے کر کمرے میں آئی تو اسے دیکھ کر اپنی اماں سے بولا۔

"اماں اسے جانتی ہیں آپ!"

"لو۔ یہ کوئی غیر ہے' اپنی بچی ہے۔" اماں نے کہا تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ اماں دل سے کہہ رہی ہیں' اور پتا ہے۔" وہ جانے کیا کہنے جا رہا تھا' اس کے گھورنے پر خاموش ہو گیا۔ جبکہ اس کی آنکھوں میں شرارت مچل رہی تھی۔ وہ جلدی سے سب کو چائے تھما کر اپنے کمرے میں آگئی۔

پھر کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔ وہ خود شاہ جہان کی محبت میں گرفتار تھی۔ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے جب بھی وہ شادی کی بات کرتا وہ ٹال جاتی۔ کیونکہ جس طرح اس نے صالحہ سے اپنی نفرت کا اظہار کیا تھا اس سے وہ خائف تھی کہ کہیں یہ سن کر کہ وہ صالحہ کی بیٹی ہے۔ وہ اسے دھتکار نہ دے۔ جبکہ شاہ جہان اس کی ٹال مٹول سے پریشان تھا' اور اس وقت تو بری طرح جھنجلا رہا تھا۔

"آخر کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔ کیوں منع کرتی ہو؟"

"بس ابھی مما میری شادی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔" وہ اندر ہی اندر اپنے آپ سے لڑتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں تمہیں تین کپڑوں میں بیاہ لانے کو تیار ہوں۔ بولو منظور ہے۔" شاہ جہان اس پر نظریں جمائے جم کر کھڑا تھا۔

"میرا خیال ہے مما ایسا نہیں چاہیں گی۔" وہ سر جھکا کر بولی تھی۔

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں انہیں قائل کر لوں گا' بس کل ہی ہم تمہاری مما کے پاس چلیں گے۔ میں ابھی جا کر اماں' ابا سے بات کرتا ہوں۔" وہ کہہ کر ایک ہی جست میں بارہ دری کی سیڑھیاں پھلانگ گیا' تو وہ پریشان ہو گئی۔

"اوہو سنو تو۔"

"نہیں۔ میں اب تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔ چلو فوراً"۔ ابا اگر کہیں نکل گئے تو پھر آج کی تاریخ میں ان سے بات نہیں ہو سکے گی۔" اس نے رعب جما کر کہا تو وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی' پھر دو سیڑھیاں اتر کر بولی تھی۔

"اپنے ابا سے بات کرنے سے پہلے یہ سن لو کہ میں صالحہ کی بیٹی ہوں' صالحہ رحمت الٰہی۔"

شاہ جہان اس انکشاف پر پہلے ششدر رہا' پھر اس کے پورے وجود سے شرارے نکلنے لگے تھے۔ آنکھوں کی پتلیاں سکڑ گئیں۔ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں اور ہونٹ بھینچ کر کتنی دیر اسے دیکھتا رہا' پھر یکدم پلٹا اور تیز تیز قدموں سے اس سے دور ہوتا چلا گیا' اور وہ اسی بات سے تو خائف تھی' لیکن آخر کب تک دامن بچاتی' ابھی نہیں تو کچھ عرصے بعد یہ تو ہونا ہی تھا۔

اس کے برعکس بھی تو ہو سکتا تھا۔ اس کے اندر ڈھیروں آزردگی اتر آئی تھی۔

آنکھیں الگ پانیوں سے بھر گئیں۔ اس نے پلکیں جھپکیں تو آنسو ایک تواتر سے بہہ نکلے جنہیں مٹی میں رولتی وہ گھر آئی تھی اور سیدھی اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

"اب پتا نہیں میں یہاں رہ سکوں گی یا نہیں۔ رہ کر کروں گی بھی کیا۔ وہ تو منہ موڑ گیا۔" اس نے سوچا پھر نفی میں سر ہلانے لگی۔

"میں یہاں شاہ جہان کے لیے تو نہیں آئی تھی۔ میرا مقصد تو مما کو ان کے ماں' باپ سے ملانا تھا اور جب تک میرا یہ مقصد پورا نہیں ہو جاتا میں یہیں رہوں گی'

خواہ شاہ جہان مجھے کتنا برا بھلا کہے یا سمجھے۔ میں سب سہہ لوں گی' ہاں مما کی خاطر مجھے سب سہنا ہے۔" وہ پھر سے خود کو حوصلہ دے رہی تھی کہ دروازے پر دستک کے ساتھ رحمت الٰہی نے اسے پکارا تھا۔

"سامعہ!" اس نے فوراً" دوپٹے کے پلّوسے اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ صاف کیا' پھر دروازہ کھول دیا۔

"جی بابا!"

"تم آتے ہی کمرے میں بند ہو گئی' طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" رحمت الٰہی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی بس سر میں درد ہے۔" اس نے قصداً" سر نہیں اٹھایا' مبادا سرخ آنکھیں راز نہ کھول دیں۔

"اوہو۔ سر میں درد ہے تو بتاؤ' میں ابھی چائے بنا رہا ہوں۔"

"نہیں بابا! میں نے ابھی اسپتال میں چائے پی لی تھی' اور ٹیبلٹ بھی لے لی تھی' آپ فکر نہ کریں۔"

"فکر کیسے نہ کروں۔ خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو گیا تو میں تمہاری ماں کو کیا جواب دوں گا۔" رحمت الٰہی نے تو محبت میں ایک بات کہی تھی' وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"ارے' تمہاری تو آنکھیں بھی لال ہو رہی ہیں۔" وہ پریشان ہو گئے۔

"سر درد میں ہو جاتی ہیں۔ جب تک سوؤں گی نہیں سر کا درد جائے گا نہ آنکھوں کی لالی۔" کبھی کبھی محبتیں بھی عاجز کر دیتی ہیں۔

"اچھا چلو تم سو جاؤ۔ بلکہ پہلے کچھ کھا لو۔ کیونکہ ابھی سوؤ گی تو پھر صبح ہی اٹھو گی نا!" انہوں نے کہا تو وہ گہری سانس سینے میں روک کر بولی۔

"آپ فکر نہ کریں۔ اگر رات میں کسی وقت میری بھوک سے آنکھ کھل گئی تو میں ضرور اٹھ کر کچھ کھا لوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔" رحمت الٰہی اس کا سر تھپک کر چلے گئے تو ان کی محبت نے اسے پھر رلا دیا۔ دروازہ بند کر کے وہ اسی طرح روتے روتے سو گئی تھی۔

اور پھر فجر سے کچھ پہلے اس کی آنکھ کھل گئی تو [illegible] کر اس نے دوبارہ سونے کی بہت کوشش کی' لیکن نیند نہیں آئی۔ تب بستر چھوڑ کر وہ کمرے سے نکل آئی' برآمدے میں رحمت الٰہی مصلّے پر بیٹھے تھے۔ وہ پہلے یہی سمجھی عشاء کی نماز پڑھ رہے ہیں' لیکن جب آس پاس کے گھروں سے مرغوں کی بانگیں شروع ہوئیں تب اسے رات گزر جانے کا پتا چلا۔

"شکر' نیند مہربان ہو گئی' ورنہ یہ رات بڑی بھاری تھی' جانے کیسے گزرتی؟" اس نے نل کی طرف بڑھتے ہوئے سوچا۔

پھر وضو کر کے واپس برآمدے میں آئی' تو فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ رحمت الٰہی مسجد جانے کے لیے مصلّے سے اٹھے تو اس پر نظر پڑی۔

"السلام علیکم۔" اس نے فوراً" سلام کیا۔

"وعلیکم السلام' خوش رہو۔ اپنی اماں جی کو بھی اٹھا دو۔" رحمت الٰہی کہتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

اس نے اماں جی کو اٹھایا' پھر نماز پڑھ کر کچن میں آ گئی۔ کل شام سے بغیر کچھ کھائے سو گئی تھی' اب پیٹ دہائیاں دے رہا تھا۔ اماں جی اور بابا تو کافی دن چڑھے ناشتہ کرتے تھے' اس لیے اس نے صرف اپنے لیے سلائس گرم کیے' چائے بنائی اور انڈا فرائی کر کے ناشتہ کر لیا۔ اس کے بعد اماں جی کے پاس آ بیٹھی' وہ نماز کے بعد تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

"کچھ کھایا بھی تم نے؟" اماں جی نے اسے گم صم بیٹھے دیکھ کر پوچھا۔

"جی ناشتہ کر لیا ہے۔ بابا آ جائیں تو آپ دونوں کے لیے شیک بنا دوں گی۔" وہ بولی تو اس کی آواز میں ہمیشہ والی شگفتگی نہیں تھی۔ چہرہ بھی مرجھایا ہوا لگ رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ تم آرام کرو۔" اماں جی نے کہا تو وہ افسردگی سے مسکرائی۔

"اتنا تو سوئی ہوں۔"

"میں سونے کو نہیں کہہ رہی۔ کام کاج سے منع کر رہی ہوں۔ ہمارے کھانے پینے کی فکر مت کرو' ہم کھا پی لیں گے' تم جاؤ آرام کرو۔" اماں جی نے زبردستی اسے اٹھا دیا تھا۔

اس کی طبیعت واقعی بوجھل ہو رہی تھی۔ ذہن الگ منتشر تھا۔ جب ہی یکسوئی سے کچھ سوچ بھی نہیں پا رہی تھی۔ بار بار شاہ جہان کا کچھ بھی کہے بغیر غصے سے منہ موڑ کر چل دینا نظروں کے سامنے آ رہا تھا۔

وہ کچھ تو کہتا۔ خواہ نفرت کا اظہار ہی سہی۔ تاکہ اس کے دل کے غبار میں کچھ کمی آ جاتی۔ اب پتا نہیں وہ کب کس انداز سے پھٹے گا۔ یا ہو سکتا ہے گزری رات وہ سارے حالات سوچنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہو کہ جو ہوا اسے بھول جانا چاہیے' کاش ایسا ہو۔

وہ سوچنے کے ساتھ دھیرے دھیرے اسپتال جانے کی تیاری میں بھی لگی رہی۔ گو کہ دل بالکل نہیں چاہ رہا تھا' لیکن گھر بیٹھ کر بھی کیا کرتی۔ مریضوں میں کم از کم دھیان تو بٹ ہی جاتا تھا۔ اس لیے اپنے مقررہ وقت سے کچھ پہلے ہی وہ گھر سے نکل آئی تھی۔ اور ابھی اسپتال سے کچھ فاصلے پر تھی کہ شاہ جہان کی گاڑی اس کے قریب آن رکی۔

"بیٹھ جاؤ۔" شاہ جہان نے اس کی طرف دیکھے بغیر گاڑی کا دروازہ کھول کر کہا' تو فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کرے۔ عجیب بے بسی سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں تمہیں بھگا کر نہیں لے جاؤں گا' بیٹھو۔" اس نے غصے سے کہا تو وہ فوراً" بیٹھ گئی۔ لیکن اس میں اس کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔

"کیوں آئی تھیں تم یہاں؟"

شاہ جہان شاید کوئی لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ گاڑی آگے بڑھاتے ہی شروع ہو گیا۔ "کیا صرف اس لیے کہ اپنی ماں کے لیے واپسی کا راستہ ہموار کر سکو۔ یہی مقصد ہے نا تمہارا؟"

"ہاں۔" اس نے ہمت باندھ لی۔

"کیا نانا جی اور نانی اماں جانتی ہیں کہ تم کس کی بیٹی ہو؟" وہ بہت کٹیلے لہجے میں سوال کر رہا تھا۔

"نہیں۔ میں نے ابھی انہیں نہیں بتایا۔"
"کیوں؟"
"تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟" وہ چیخ گئی۔ "یہ میرا معاملہ ہے' میرا ذاتی معاملہ۔ تو اپنے ذاتی معاملے میں تم نے مجھے کیوں گھسیٹا؟" اس نے فوراً "ٹوکا تھا۔
"کیا مطلب؟" وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔
"کیوں تم نے مجھ سے ربط اس لیے نہیں بڑھایا تاکہ میں تمہاری مدد کرسکوں۔ تم نے جان لیا تھا کہ نانا جی اور نانی اماں مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میری بات نہیں ٹالتے' اس لیے پہلے تم نے مجھے محبت کا فریب دیا۔"
"خدا کے لیے شاہ جہان! جو چاہے کہہ لو' لیکن میری محبت کو فریب کا نام مت دو۔" تڑپ کر بولی تھی۔
"تو اور کیا نام دوں مکار لڑکی!" اس کا تنفر عروج پر تھا۔ "حد کردی تم نے' لیکن خاطر جمع رکھو تم کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتیں۔"
"بس گاڑی روک دو۔" اس کے لیے مزید کچھ سننا محال تھا۔
"شٹ اپ۔ میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔"
اس کے غصے پر وہ بھی تیز ہو کر بولی۔ "اور کیا کہنا باقی ہے؟"
"بہت کچھ۔" شاہ جہان نے جھٹکے سے گاڑی روکی' پھر اسے دیکھ کر کہنے لگا۔ "تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میرے نانا' نانی کو تمہاری حقیقت معلوم ہوگئی تو انہیں کتنی تکلیف ہوگی' اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم یہاں سے چلی جاؤ اور دوبارہ کبھی یہاں مت آنا۔"
"اتنے سنگدل مت بنو۔ میری مما کا بھی وہی حال ہے جو اماں جی اور بابا سے ملنے سے پہلے تمہاری اماں کا تھا۔ وہ بہت روتی ہیں۔" اس کے لہجے میں آپ ہی آپ عاجزی سمٹ آئی تھی۔
"اپنے کیے پر روتی ہیں نا۔ میری ماں کا کیا قصور تھا۔ بس سامعہ! بدنامی کی جس داستان کو لوگ بھول گئے ہیں اسے پھر سے یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔
اب تم جاسکتی ہو۔"
اس نے واقعی سنگدلی کی انتہا کردی تھی۔ وہ چند لمحے اس کے تنتے ہوئے چہرے کو دیکھتی رہی' پھر اترنے سے پہلے بولی تھی۔ اس کی آواز بھیگ رہی تھی۔
"مجھے یہاں گزرا ہر پل یاد آئے گا اور یہ یادیں ہمیشہ دل تڑپائیں گی' لیکن میں پلٹ کر نہیں آؤں گی۔ اور سنو؟ کسی شام بارہ دری جانا تو دل کی آنکھ سے دیکھنا' ہر ستون سے تمہیں میری محبت لپٹی نظر آئے گی۔"

☼ ☼ ☼

اس نے اماں جی اور بابا کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ہمیشہ کے لیے جارہی ہے۔ بس یہی کہا کہ مما یاد آرہی ہیں' اس لیے وہ کچھ دن ان کے پاس رہنا چاہتی ہے۔ اماں جی نے کہا بھی کہ ابھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ دو' چار دن بعد چلی جانا۔ لیکن وہ مجبور تھی۔ خود اس کا دل اتنی پیاری ہستیوں کو چھوڑنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ پھر بھی وہ چلی آئی اور تمام راستہ وہ خود کو یہ سمجھاتی آئی تھی کہ فوراً "مما کو کچھ نہیں بتائے گی' لیکن اس کا دل اتنا بوجھل ہو رہا تھا کہ صالحہ کے سینے سے لگتے ہی ضبط کا یارا نہ رہا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
"ارے۔" صالحہ پریشان ہوگئیں۔ "کیا ہوا بیٹا! سب ٹھیک تو ہے نا۔ اماں جی اور بابا خدانخواستہ انہیں تو کچھ نہیں ہوا؟"
"نہیں' وہ ٹھیک ہیں۔" اس کی آواز ٹوٹ کر نکلی تھی۔
"پھر کیا ہوا ہے؟"
صالحہ کی پریشانی کا احساس کرکے اس نے رونے کے درمیان ہی سب بتادیا۔ آخر میں کہنے لگی۔
"بہت برا ہے شاہ جہان! اس نے میری محبت کو بھی فریب کا نام دے دیا۔ میں نے فریب نہیں دیا۔ سچ مچ محبت کرتی ہوں اس سے۔"
"اچھا تم رونا بند کرو۔ لو پانی پیو۔" صالحہ نے گلاس میں پانی ڈال کر اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ تو ایک گھونٹ لے کر وہ پھر بولی۔

"اس کے اندر زہر بھرا ہے مما! بہت نفرت کرتا ہے وہ ہم سے۔"
"تو اور کیا کرے۔ اس نے ایک عمر اپنی ماں کو روتے تڑپتے دیکھا ہے اور اس کی ذمہ دار میں ہوں۔ وہ کیسے مجھے معاف کرسکتا ہے۔ میں خود اپنے آپ کو معاف نہیں کرپاؤں گی۔ میری اچھی آپا ہمیشہ میرا خیال رکھتی تھیں۔" صالحہ کی آواز بھرا گئی۔
"بس مما! اب آپ ماضی کو نہیں دہرائیں گی۔"
اس نے صالحہ کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔
"میرے دہرانے نہ دہرانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ماضی تو اب حال کا حصہ بن گیا ہے۔" صالحہ کا انداز کھویا ہوا تھا۔ پھر چونک کر اس سے بولیں۔
"تمہیں شاہ جہان کو نہیں بتانا چاہیے تھا کہ تم میری بیٹی ہو۔"
"کیا کرتی مما! وہ آپ کے پاس آنے کے لیے بضد تھا' تب مجھے بتانا پڑا' ورنہ میں نے یہی سوچا تھا کہ پہلے اماں جی اور بابا کو بتاؤں گی۔" اس نے کہا تو صالحہ کچھ سوچتے ہوئے بولیں۔
"تو نہیں بھی اب پتا چل گیا ہوگا' شاہ جہان نے....."
"نہیں۔ وہ کبھی نہیں بتائے گا۔ اسی لیے تو اس نے مجھے وہاں رہنے نہیں دیا۔ وہ کہہ رہا تھا جو داستان وہ لوگ بھول چکے ہیں اسے دوبارہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے صالحہ کی بات کاٹ کر کہا تو وہ اس لڑکی سے مسکرائیں' پھر اس کا گال تھپک کر بولیں۔
"چلو اب تم آرام کرو۔"
"مما! مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے۔ میں اماں جی اور بابا کو چھوڑ کر آگئی۔ وہ دونوں میرے عادی ہوچکے تھے۔ پچھلی بار جب میں یہاں آئی تھی تو وہ دونوں بہت اداس ہوگئے تھے۔ اور اب تو حنا بھی ان کے پاس نہیں ہے۔"
اسے اماں جی اور بابا کی تنہائی کا خیال ستانے لگا تھا۔ صالحہ کا اپنا دل رو رہا تھا' اسے کیا تسلی دیتیں' اس لیے اسے آرام کرنے کا کہہ کر اس کے پاس سے اٹھ گئی تھیں۔
اور اس کے لیے اب آرام کہاں تھا۔ وہ اپنا سارا سکھ چین کھو آئی تھی۔ کبھی اپنے مقصد میں ناکامی پر روتی' کبھی دل کے اجڑنے اور اپنی محبت کی رسوائی رلاتی تھی۔ حالانکہ وہ کم ہمت نہیں تھی۔ لیکن حالات نے اسے بے بس کردیا تھا۔ کوئی راہ سجھائی نہیں دیتی تھی۔ صالحہ اپنا دکھ بھول کر اس کے لیے پریشان تھیں۔ چند دنوں میں وہ برسوں کی مریض لگنے لگی تھی۔
"بیٹا! یہ تم نے کیا حالت بنالی ہے۔ بھول جاؤ سب' یوں سمجھو تم کبھی وہاں گئی ہی نہیں تھیں۔" صالحہ نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔
"کیا کروں مما! کچھ بھولتا ہی نہیں۔" وہ بے چارگی سے بولی تھی۔
"سارا وقت بیٹھی سوچتی رہو گی تو کیسے کچھ بھولے گا' اپنا دھیان بٹاؤ۔ تم ڈاکٹر ہو' تمہارا کام مسیحائی ہے نہ کہ خود کو روگ لگا کر بیٹھ جاؤ۔" صالحہ نے نرمی سے سمجھایا۔
"میں خود بھی چاہتی ہوں مما! کہ کوئی اسپتال جوائن کرلوں۔ لیکن میری طبیعت پتا نہیں کیا ہوگیا ہے' مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا۔" وہ خود اپنی حالت سے پریشان تھی۔
"اس لیے کہ تم نے اس واقعہ کو خود پر طاری کرلیا ہے' اور مایوس بھی ہوگئی ہو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے' شاہ جہان نے اگر نفرت کا اظہار کرکے تمہیں وہاں سے چلے جانے کو کہہ دیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے واقعی تم سے نفرت ہوگئی ہوگی۔ غصے میں انسان جو منہ میں آتا ہے کہہ جاتا ہے۔"
"آپ کا مطلب ہے جب اس کا غصہ کم ہوگا تو اسے میں یاد آؤں گی؟" اس کی سادگی پر صالحہ کو بے طرح پیار آیا' اس کا گال چوم کر بولیں۔
"تمھی بھی اسے صرف تم یاد ہوگی۔"
"لیکن میرے بارے میں وہ کچھ اچھا نہیں سوچتا ہوگا۔" اس نے مایوسی سے کہا۔

"ایسی ہی باتیں فرض کر کے تم اپنی صحت خراب کر رہی ہو۔ محبت دل میں بس جائے تو پھر وہ دل کو اجڑنے نہیں دیتی۔ باقی سارے جذبے وقتی ہوتے ہیں۔ جھاگ کی طرح ابھرتے اور بیٹھ جاتے ہیں۔ لیکن محبت پر وقت بھی اثر انداز نہیں ہو پاتا۔ تم اپنے دل سے سارے خدشات نکال پھینکو۔" صالحہ اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تو وہ دھیرے سے بولی تھی۔

"کوشش کروں گی۔"

☼ ☼ ☼

صالحہ کے سمجھانے کا اس پر خاطر خواہ اثر ہوا تھا۔ وہ بہت جلد خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گئی اور پھر صالحہ ہی کی دوست ڈاکٹر عارفہ حسن کا پرائیوٹ اسپتال جوائن کر لیا۔ تو اس کی زندگی پھر اسی ڈگر پر چل نکلی۔ لیکن اب اس کے اندر وہ پہلے والا شوق اور جذبہ نہیں تھا۔ خود اسے محسوس ہوتا تھا۔ جیسے وہ جبراً "فرض ادا کر رہی ہے۔ اور دل کہاں زیادہ دیر خود پر جبر برداشت کر سکتا ہے۔ وہ تو آزاد ہونا چاہتا ہے۔ اس کا دل بھی پابندیوں سے گھبرانے لگا تو اس رات اس نے اپنے سیل فون سے شاہ جہان کا نمبر ملایا۔

دوسری طرف بیل جاتی رہی، لیکن اس نے فون ریسیو نہیں کیا۔ وہ بار بار ٹرائی کر کے تھک گئی تو میسج بھیج دیا۔

جانے کیسے پل میں
لوگ بھول جاتے ہیں
زندگی کی یادوں کو
بے شمار وعدوں کو
خوشگوار باتوں کو
ساتھ گزری شاموں کو
ان گنت ارادوں کو
جانے کیسے پل میں
لوگ بھول جاتے ہیں

اس کے بعد وہ اس کی طرف سے جواب کا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی۔ اور پھر یہ اس کا معمول بن گیا کہ وہ ہر روز اسے ایک میسج بھیجتی، پھر جواب [illegible] انتظار کرتی۔ اور وہ جانے اس کا صبر آزما رہا تھا یا [illegible] اسے دل سے نکال کر اجنبی ہو گیا تھا کہ اس کے محبت بھرے پیغامات کا کوئی جواب ہی نہیں دے رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اس کا موبائل بجنے لگا، اسکرین پر کوئی اجنبی نمبر تھا۔ اس نے نظر انداز کرنا چاہا۔ لیکن پھر اچانک کسی خیال کے تحت اس نے موبائل اٹھا لیا تھا۔

"ہیلو۔۔۔"

"واہ ڈاکٹر صاحبہ! آپ تو یوں غائب ہو گئیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔" دوسری طرف حنا تھی۔ وہ فوراً "پہچان گئی۔

"کیسی ہو حنا! اور اماں جی، بابا؟"

"سخت ناراض ہیں اماں جی اور بابا آپ سے۔" حنا نے کہا تو وہ کمزور پڑ گئی۔

"کیوں؟"

"کیوں کا کیا مطلب۔ آپ کو اگر واپس نہیں آنا تھا تو ان سے کہہ کر جاتیں۔ بے چارے انتظار کرتے رہ گئے۔ وہ تو ابھی کچھ دن پہلے بابا کی ڈاکٹر ابراہیم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ آپ نے استعفیٰ بھجوا دیا تھا۔" حنا ایک ہی سانس میں بولے گئی۔

"وہ اصل میں میرا ایسا کوئی ارادہ تو نہیں تھا لیکن۔" اسے بروقت کوئی بہانا نہیں سوجھا تو بات بدل گئی۔ "خیر چھوڑو، یہ بتاؤ تم کیسی ہو اور کہاں ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں اور آج ہی نانا، نانی کے پاس آئی ہوں، دونوں آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ کم از کم فون ہی کر لیا کریں انہیں یا اس کی بھی فرصت نہیں ہے؟" حنا بہت ناراض تھی۔

"ہاں میں فون کروں گی۔" وہ یہی کہہ سکی۔

"ضرور کیجئے گا اب ایسا نہ ہو نانا، نانی آپ کے فون کا بھی انتظار ہی کرتے رہ جائیں اور ہاں بڑی خالہ اور پروین باجی بھی آئی ہوئی ہیں، وہ دونوں بھی آپ کو یاد کر رہی تھیں۔"

"اور۔۔۔؟" وہ اس ستمگر کا نام سننا چاہتی تھی۔

"ہو رہی کہ میرا بیلنس ڈاؤن ہو رہا ہے خدا حافظ۔" حنا نے بڑی عجلت میں کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔ تو اس نے گہری سانس کھینچتے ہوئے بیڈ کی بیک پر سر رکھ لیا۔

اس کی نظروں میں وہ کھلے صحن اور گول برآمدے والا گھر آن سمایا۔ جس کے مکینوں کو اپنا بنانے میں اسے زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ کتنی جلدی وہ مانوس اور اس کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ خود اس کے لیے انہیں چھوڑ آنا بہت مشکل تھا۔ اور یہ مشکل مرحلہ بھی طے ہو گیا تھا۔ لیکن وہ خوش نہیں تھی۔

اس کا دل اس اولڈ کپل کی محبت میں روتا اور ان کی تنہائی پر کڑھتا تھا۔ اور ابھی حنا کے فون نے تو اس کے اندر مزید بے چینی پھیلا دی تھی۔ دل چاہا اسی وقت اڑ کر وہاں پہنچ جائے اور اگر کہیں راستے میں شاہ جہان نے روک لیا تو وہ ہاتھ جوڑ کر اس کی منتیں کرے گی کہ اسے اماں جی اور بابا سے ملنے سے نہ روکے۔

"میں وعدہ کرتی ہوں کبھی کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ میں صالحہ کی بیٹی ہوں، بس تم مجھے اماں جی اور بابا سے ملنے دو۔ میں ان کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ مکمل طور پر اس تصور کی گرفت میں تھی کہ صالحہ کی پکار سے اسے بڑے زور کا جھٹکا لگا تھا۔ اور ابھی وہ سنبھلی نہیں تھی کہ دوسری پکار کے ساتھ صالحہ اس کے کمرے میں آ گئی۔

"کیا کر رہی ہو بیٹا!" صالحہ بیڈ کے قریب آ گئیں۔

"جی۔" وہ ابھی بھی ناسمجھی کے عالم میں دیکھ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" صالحہ ٹھٹک کر اس کے پاس آ بیٹھیں اور اس کی پیشانی سے بال ہٹاتے ہوئے بولیں۔ "پریشان لگ رہی ہو؟"

"نہیں مما! وہ سیدھی ہو گئی۔" وہ اصل میں ابھی حنا کا فون آیا تھا۔ زبیدہ خالہ کی بیٹی حنا۔ تو بس مجھے سب یاد آ گئے۔"

"کیا کریں بیٹا! ہم انہیں یاد ہی کر سکتے ہیں۔ شاید ہماری قسمت میں یہی لکھا ہے۔" صالحہ کا اپنا دل بھر آیا تھا۔

"قسمت، ہم اپنی ناکامیوں کا الزام قسمت کے سر کیوں رکھتے ہیں۔ کامیابیوں پر تو جیسے ہمارا حق ہوتا ہے۔" اس کے لہجے میں کڑواہٹ گھل گئی تھی۔

"بس بیٹا! تم دل پر بوجھ نہ ڈالو۔ اور ہاں حنا کیا کہہ رہی تھی؟" صالحہ نے نرمی سے کہتے ہوئے پوچھا۔

"شکایت کر رہی تھی کہ میں ہمیشہ کے لیے کیوں چلی گئی، پھر فون بھی نہیں کرتی اور یہ کہ اماں جی اور بابا مجھے بہت یاد کرتے ہیں۔" اس نے بتایا تو صالحہ افسردگی سے مسکرائیں، پھر آزردگی سے بولیں۔

"چلو اس گھر میں میرا نہ سہی تمہارا ذکر تو ہوتا ہے۔"

☼ ☼ ☼

اس نے شاہ جہان کو میسج بھیجنے کا سلسلہ بھی بند کر دیا۔ کیونکہ شاہ جہان نے اسے بالکل مایوس کر دیا تھا۔ میسج کا جواب دینا تو دور کی بات کبھی اس کی انگلیوں نے غلطی سے بھی اس کا نمبر پش نہیں کیا تھا۔

شاید اس نے بھی اماں جی اور بابا کی طرح اپنے دل پر پتھر رکھ لیا تھا۔ جیسے وہ صالحہ کا نام بھی نہیں لیتے تھے۔ اور ایسے سنگدل، کٹھور شخص کو وہ دل سے نکال کر تو نہیں پھینک سکی، البتہ اسے بھلانے کا قصد ضرور کر لیا تھا۔ گو کہ یہ بھی آسان نہیں تھا۔ لیکن وہ کوشش تو کر رہی تھی اور اس کے لیے اس نے خود کو اور بھی زیادہ مصروف کر لیا تھا۔ یعنی اسپتال کے ساتھ ایک پرائیوٹ کلینک بھی جوائن کر لیا۔ یوں رات تک اسے سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔

"رات دس بجے جب وہ گھر آتی تو صالحہ بہت ناراض ہوتی کہ اس نے کیوں خود کو مشین بنا لیا ہے۔ اس طرح تو وہ بیمار ہو جائے گی۔"

"کچھ نہیں ہوتا مما! بیمار ہو بھی گئی تو کیا، پھر ٹھیک ہو جاؤں گی۔ بس آپ مجھے نہ روکیں۔ فرصت کا ایک لمحہ بھی میرے لیے قیامت سے کم نہیں ہوتا۔"

"کاش میں تمہیں کبھی وہاں نہ بھیجتی۔ میرے درد کا

علاج ڈھونڈنے گئی تھیں خود کو روگ لگا آئیں۔"
صالحہ دکھ سے بولیں۔
"کوئی روگ نہیں مما! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ گلٹی فیل نہ کریں۔" اس نے صالحہ کو تسلی دی، پھر بھوک کا نعرہ لگا کر ان کا دھیان بٹا دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

یونہی کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔ وہ ایمانداری اور تندہی سے اپنی ڈیوٹی انجام دے رہی تھی۔ ہر مریض کو پوری توجہ سے چیک کرتی اور آخر میں جنرل وارڈ اور پرائیوٹ رومز کا راؤنڈ لگاتے ہوئے ہر پیشنٹ کی پیشنٹ ہسٹری چیک کرنے کے ساتھ اس کا حال احوال ضرور پوچھتی تھی۔
اس وقت وہ پرائیوٹ روم میں داخل ہوئی تو یہاں آج نئی مریضہ تھی۔ جو عمر کے اس حصے میں تھی جہاں ساری زندگی کا سود و زیاں چہرے پر جھلکنے لگتا ہے۔
اس نے سلام کر کے پیشنٹ ہسٹری اٹھائی، پھر جب بوڑھی خاتون کی طرف متوجہ ہوئی تو وہ یک ٹک اسے ہی دیکھے جا رہی تھیں۔
"آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے آنٹی! بس ٹینشن لینا چھوڑ دیں، اور اپنی غذا کا خیال رکھیں۔" اس نے کہا تو خاتون بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑ کر بولیں۔
"کچھ دیر میرے پاس بیٹھو۔"
"جی۔۔۔" وہ ان کی عاجزی سمجھ نہیں پائی۔
"تمہارا نام؟"
"سامعہ۔۔۔"
"ہاں۔ تمہیں دیکھتے ہی میں پہچان گئی، تم بالکل اسی کی شکل ہو۔ وہی آنکھیں، وہی ناک، اور۔۔۔ اور اس کی تھوڑی پر بھی ایسا ہی تل تھا۔" خاتون بے اختیاری میں اس کا ہاتھ جھنجوڑ جھنجوڑ کر بول رہی تھیں اور ان کے منہ سے اپنے پاپا کا نام سن کر وہ بھی بے اختیار ہو گئی۔
"آپ میرے پاپا کو جانتی ہیں؟"
"جانتی؟ جنم دیا تھا میں نے اسے۔ میرا بیٹا تھا وہ۔ میری آغوش میں پلا بڑھا، لیکن۔" خاتون کی آواز بھرا گئی۔ اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر رندھی آواز میں بولیں۔
"تمہیں اس کی آغوش نصیب نہیں ہوئی۔"
"آپ۔۔۔" فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے۔
"میں تمہاری دادی ہوں بیٹا، دادی۔" خاتون نے جیسے ہی اپنی بانہیں پھیلائیں وہ ان کے سینے میں سما گئی۔
"دادی۔ آپ سچ مچ میری دادی ہیں؟"
"ہاں بیٹا! تمہاری بد نصیب دادی، اپنے اکلوتے بیٹے کی نشانیوں کو بجائے سینے سے لگانے کے دربدر کر دیا تھا۔ بہت بری ہوں میں، ہرگز معافی کے قابل نہیں ہوں۔" خاتون رو رہی تھیں، اس کے آنسو بھی روانی سے بہہ نکلے تھے۔
"پھر بھی میری بچی! مجھے معاف کر دو۔ میں بہت تڑپی ہوں تمہارے لیے۔ رو، رو کر خدا سے دعا کرتی تھی کہ مرنے سے پہلے ایک بار مجھے میری پوتی سے ملا دے۔ خدا نے مجھ گناہ گار کی سن لی۔" خاتون نے پھر اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے لیا۔ تب ہی اس کا سیل فون بجنے لگا۔
مخصوص ٹیون بتا رہی تھی کہ صالحہ کا فون ہے۔ اور وہ اس وقت بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ آنسوؤں کے باعث گلے میں گولا سا اٹکا محسوس ہو رہا تھا، جب ہی اس نے لائن کاٹ دی۔
"میں سوچتی تھی کبھی تم سامنے آ گئیں تو میں تمہیں پہچانوں گی کیسے۔ اور دیکھو ایک پل نہیں لگا تم۔۔۔ تم نے مجھے معاف کر دیا نا؟" انہوں نے اچانک اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تو وہ تڑپ گئی۔
اس کے موبائل نے پھر شور مچا دیا، اس نے پھر آف کر دیا اور دادی کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہنے لگی۔
"کتنی عجیب بات ہے جو ہم سوچتے ہیں، چاہتے ہیں وہ تو ہمیں ملتا نہیں اور جسے کبھی سوچا نہیں ہوتا وہ مل جاتا ہے۔"

"کیا چاہتی ہو تم؟" دادی نے اتنی محبت سے پوچھا کہ وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔ پھر دھیرے سے تفی میں سر ہلا کر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ موبائل کی ٹون نے اس کی توجہ پھر کھینچ لی۔
اس نے گہری سانس کھینچ کر خود کو ریلیکس کیا۔ پھر موبائل کان سے لگا لیا۔
"جی مما!"
"بیٹا کہاں ہو تم۔ اتنی دیر ہو گئی۔ فون بھی ریسیو نہیں کر رہی۔" صالحہ کی پریشانی غالباً اس کے فون ریسیو نہ کرنے پر تھی۔
"ہسپتال میں ہی ہوں مما! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں آجاؤں گی۔" اس نے کہا تو وہ فوراً بولیں۔
"بس فوراً آجاؤ۔"
"فوراً نہیں آسکتی۔ مجھے دیر ہو جائے گی۔" اس نے کہتے ہوئے بے اختیار دادی کا ہاتھ تھاما تھا۔
"کوئی ایمرجنسی ہے کیا؟"
"یہی سمجھ لیں۔"
"میں کچھ نہیں سمجھنا چاہتی۔ بس تم آجاؤ۔ یہاں سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" صالحہ نے جھنجلا کر کہا۔
"سب کون؟" اس نے چونک کر پوچھا۔
"کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں۔ تمہارا پرپوزل لے کر۔ تم۔۔۔"
"معاف منع کر دیں۔" اس نے صالحہ کی بات پوری ہونے سے پہلے کہہ کر موبائل آف کر دیا، پھر دادی کی طرف دیکھا تو وہ پوچھنے لگیں۔
"تمہاری ماں کا فون تھا؟"
"جی۔"
"کیسی ہے تمہاری ماں۔ مجھے تو بہت برا بھلا کہتی ہوگی۔ کہنا بھی چاہیے، میں نے کون سا اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا۔ وہ تو کبھی مجھے معاف نہیں کرے گی۔"
"اوہو دادی! اس نے دادی کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ آپ کیوں ایسا سوچتی ہیں۔ آپ کو کسی

معافی تلافی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہونا ہارون کی بیٹی۔ وہ بھی بہت بڑے دل کا تھا۔" دادی نے اس کی پیشانی چوم لی۔

"اچھا دادی! اب آپ آرام کریں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں۔ تم جاؤ، تمہاری ماں پریشان ہو رہی ہے۔ اور دیکھو ابھی اس سے میرا ذکر نہ کرنا' میں ٹھیک ہو جاؤں پھر خود اس کے پاس جاؤں گی۔" انہوں نے کہا تو اس نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔ پھر شب بخیر کہہ کر ان کے روم سے نکل آئی۔

سامنے وال کلاک پونے بارہ بجا رہی تھی۔ تب اسے صالحہ کی پریشانی کا شدت سے احساس ہوا۔ اپنے روم میں جانے کے بجائے کاؤنٹر پر موجود نرس کو اپنے جانے کا بتا کر باہر نکلی تو اس کا دل انجانے خوف سے بیٹھنے لگا تھا۔ کیونکہ یہ پرائیویٹ کلینک کلفٹن کے رہائشی علاقے میں تھا۔ جہاں گلیاں سنسان ہو جاتی ہیں۔ اور روزانہ اپنے وقت پر تو اسے آرام سے رکشہ مل جاتا تھا۔ لیکن اس وقت دور دور تک کسی سواری کا نشان نہیں تھا۔ البتہ مین روڈ سے رکشہ مل سکتا تھا۔

اس نے چوکیدار کو بھیج کر رکشہ منگوانے کا سوچا' پھر پلٹ کر چوکیدار کو پکارنے لگی تھی کہ گیٹ سے قدرے فاصلے پر کھڑی گاڑی کی ہیڈ لائٹس روشن ہونے کے ساتھ ہارن بجا کر گویا اسے متوجہ کیا گیا تھا۔ اس نے دیکھا ضرور' لیکن تیز روشنی کے باعث کچھ نظر نہیں آیا۔

"نان سینس۔" وہ سر جھٹک کر واپس اندر جانے کو تھی کہ ایکدم گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے پکارا گیا۔

"ڈاکٹر سامعہ۔" خاصی رعب دار آواز تھی۔ وہ ٹھٹک کر رک گئی۔

"آیئے پلیز۔ مجھے میڈم صالحہ نے آپ کو لینے بھیجا ہے۔" اس نے کہا تو صالحہ کا نام سن کر وہ حیران تو ہوئی پھر بھی گاڑی کے قریب آ گئی' تاکہ دیکھ سکے کہ صالحہ نے کسے بھیجا ہے۔

"احتیاط اچھی چیز ہے' لیکن کبھی کبھی اس کا دامن چھوڑ بھی دینا چاہیے۔" وہ کہتے ہوئے ایکدم اتر کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"تم۔۔۔" وہ بلا ارادہ پیچھے ہٹی تھی۔

"اجنبی بہرحال نہیں ہوں۔ اب پلیز جلدی بیٹھو' صالحہ آنٹی بہت پریشان ہو رہی ہیں۔" اس نے کہنے کے ساتھ ہی گاڑی کا دروازہ کھول دیا' تو وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بیٹھ گئی۔

"تھینک گاڈ! تم نے یہ نہیں کہا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی اور تم یہاں آئے کیوں وغیرہ وغیرہ۔" اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی اسے دیکھتے ہوئے کہا' پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تو وہ دھیرے سے بولی تھی۔

"کیسے آئے؟"

"تمہاری محبت کھینچ لائی۔" وہ دلکشی سے مسکرایا اور وہ چیخ گئی۔

"جھوٹ مت بولو۔ میری محبت کو تم نے سمجھا کب' وہ تو فریب تھا۔"

"جو بھی تھا میں بہرحال تمہارے ایک میسج سے ہار گیا۔" اس نے ونڈ اسکرین پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے کہا۔

"کون سے میسج سے؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔

فطری تجسس تھا کیونکہ اس نے تو بے شمار میسج بھیجے تھے۔

"وہ جو تم نے بھیجا نہیں۔" اس نے کہا تو وہ الجھ گئی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہاری اعلا ظرفی نے مجھے چاروں شانے چت کر دیا۔ یعنی میرا خیال تھا' بلکہ مجھے یقین تھا کہ تم مجھے اپنا احسان یاد دلا کر بدلے میں مجھ سے ویسا ہی احسان چاہو گی۔ اور میں انتظار کرتا رہا' لیکن۔۔۔"

"تم مجھے اتنا گرا ہوا سمجھتے ہو؟" اس نے تاسف سے کہا تو وہ فوراً" ایک کان پکڑ کر نفی میں سر ہلانے لگا۔

"نہیں۔ تم بہت گریٹ ہو اپنی مما کی طرح۔"

وہ سر جھٹک کر شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔

اسے بہت غصہ آ رہا تھا۔ اس پر بھی اور اپنے آپ پر بھی۔ مسلسل دانت پیس رہی تھی۔ اور وہ بار بار اسے دیکھ کر رہ جاتا۔ کچھ کہنے سے قصداً" گریز کر رہا تھا کہ کہیں وہ پھٹ نہ پڑے۔ پھر جیسے ہی اس کے گھر کے سامنے گاڑی رکی وہ فوراً" اتر کر بھاگتے ہوئے اندر آتے ہی بے اختیار چیخ پڑی۔

"اماں جی۔۔۔ بابا۔۔۔"

"آرام سے بیٹا!" صالحہ نے ٹوکا' لیکن وہ بھاگ کر اماں جی سے لپٹ گئی۔ اور انہیں دائیں بائیں جھلاتے ہوئے بولی۔

"سچ اماں جی! آج تو میری عید ہو گئی۔ دادی کے ساتھ نانی بھی مل گئیں۔"

"دادی؟" صالحہ چونکیں' پھر اسے بازو سے کھینچ کر پوچھنے لگی۔ "دادی کہاں ملیں؟"

"کلینک میں' اور دیکھیں نانا' نانی نے تو مجھے پہچانا نہیں تھا' لیکن دادی فوراً" پہچان گئیں۔ کل آپ چلیے گا ان کے پاس۔" اس نے کہا تو صالحہ خاموش ہو گئیں۔

"یہ شاہ جہان کہاں رہ گیا؟" رحمت الٰہی کو اچانک شاہ جہان کی کمی محسوس ہوئی۔

"ہاں شاہ جہان۔" صالحہ نے ادھر ادھر دیکھا' پھر اس سے پوچھنے لگیں۔ "تم کس کے ساتھ آئی ہو؟"

"شاہ جہان کے ساتھ۔ ٹھہریں میں دیکھتی ہوں۔" وہ اٹھ کر باہر آ گئی۔

ادھر گیٹ پر وہ گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا نظر آ رہا تھا۔ اسٹریٹ بلب کی روشنی صرف اسی کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے مسافر پر روشنی خود مہربان ہو گئی ہو۔

"تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟" اس نے گاڑی کے اس طرف رک کر پوچھا تو وہ پورا گھوم کر اسے دیکھنے لگا۔

"اندر چلو۔" وہ اس کے دیکھنے سے قدرے نروس ہو گئی تھی۔

"لڑو گی تو نہیں؟" اس نے معصوم شکل بنا کر کہا تو وہ بے ساختہ مسکرائی' پھر کہنے لگی۔

"لڑوں گی تو میں ضرور' لیکن ابھی نہیں۔ کیونکہ ابھی تم ہمارے ہاں مہمان آئے ہو اور ہم مہمانوں کو سر آنکھوں پہ بٹھاتے ہیں۔"

"بس۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں سر آنکھوں پر بیٹھنے والا مہمان نہیں ہوں۔"

"پھر؟" اس نے آنکھیں پھیلائیں۔

"دل۔۔۔ مجھے تو دل میں جگہ چاہیے۔" وہ اس کی پوری کھلی آنکھوں میں جھانک کر بولا تھا۔

"اب اور جگہ کہاں ہے سارے پر تو تم قابض ہو چکے ہو۔" وہ بے ساختہ کہہ کر سٹپٹائی' پھر فوراً" پلٹ کر گیٹ سے اندر چلی آئی۔ لیکن اس کا سارا دھیان اپنے پیچھے آتے اس شخص کی طرف تھا جسے سچ مچ اس کی محبت کھینچ لائی تھی۔

☆